www.kitabmart.in

انسان اور ذمہ داریاں

تالیف: آیۃ اللہ ابراہیم امینی

ترجمہ: مولانا اخلاق حسین پکھناروی

تنظیم المکاتب

www.kitabmart.in

انسان

اور

ذمہ داریاں

تالیف

آیۃ اللہ ابراہیم امینی

ترجمہ

مولانا اخلاق حسین پکھناروی

ناشر

تنظیم المکاتب

گولہ گنج، لکھنؤ-۱۸ (ہندوستان)

www.kitabmart.in

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	انسان اور ذمہ داریاں (ترجمہ: آشنائی با مسائل کلی اسلام)
تالیف	:	آیۃ اللہ ابراہیم امینی
ترجمہ	:	مولانا اخلاق حسین پکھناروی
نظر ثانی	:	مجلس ادارت
کمپوزنگ	:	آئیڈیل کمپیوٹرس پوائنٹ، چوک لکھنؤ۔۳
مطبوعہ	:	اے. بی. سی. آفسیٹ پریس، دہلی
پہلا ایڈیشن	:	دسمبر ۲۰۰۶ء
دوسرا ایڈیشن	:	دسمبر ۲۰۱۷ء
تعداد	:	پانچ سو
ناشر	:	تنظیم المکاتب، لکھنؤ (ہندوستان)
قیمت	:	Rs. 45/-

www.kitabmart.in

فہرست

عرض تنظیم		۵
سبق-۱	انسان، اسلام کی نظر میں	۷
سبق-۲	انسان اور اختیار	۱۴
سبق-۳	انسان اور تکلیف	۲۴
سبق-۴	انسان اور ذمہ داریاں	۳۱
سبق-۵	اسلامی احکام و فرائض	۳۸
سبق-۶	قرآن	۴۹
سبق-۷	سنت پیغمبرؐ	۵۸
سبق-۸	احادیث اہلبیتؑ	۶۶
سبق-۹	حاملان علم پیغمبرؐ	۷۶
سبق-۱۰	عقل	۸۸
سبق-۱۱	اجتہاد و تقلید	۹۸

www.kitabmart.in

عرض تنظیم

تحریک دینداری کے پہلے مرحلہ میں بانی تنظیم المکاتب خطیب اعظم مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ نے اگرچہ اپنی توجہ ''قیام مکاتب'' پر مرکوز رکھی تھی مگر آپ کا نصب العین اس قوم کی ہر فرد کو دیندار بنانا تھا۔ دینی معلومات کے بغیر دینداری کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ مکتب، مدرسہ، اسکول، کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ معلومات میں اضافہ کا بہترین ذریعہ مطالعہ ہے۔ کتابوں کے معیار اور مطالعہ کے رجحان سے قوموں کی حیثیت متعین ہوتی ہے۔ اسی لیے بانی تنظیمؒ نے روز اول نہ صرف یہ کہ مکاتب کے ساتھ شعبۂ نشر و اشاعت کو تنظیم المکاتب کے بنیادی اہداف میں شامل فرمایا بلکہ قیام تنظیم المکاتب سے کافی عرصہ پہلے تنویر بکڈپو کے نام سے انھوں نے ایک نشریاتی ادارہ قائم کیا تھا۔ جس سے متعدد کتب بھی شائع ہوئیں اور قیام تنظیم المکاتب کے بعد بانی تنظیمؒ نے اس کو تنظیم المکاتب میں ضم کردیا۔

خطیب اعظمؒ کی زندگی میں شعبۂ نشر و اشاعت سے درسی کتب کے علاوہ حسب ضرورت و امکان متعدد علمی کتب شائع ہوئیں۔ پھر اس ذمہ داری کو علامہ جوادیؒ نے سنبھال لیا اور ان کے رشحات قلم سے قوم فیضیاب ہوتی رہی۔ علامہؒ مسلسل لکھتے رہتے تھے اور اپنی تصانیف کو ادارہ کے حوالہ کردیتے تھے۔

علامہ جوادیؒ کی وفات کے بعد یہ سلسلہ کچھ متاثر ہوا، مگر اللہ کے کرم سے دوبارہ اس خدمت کی رفتار میں اضافہ ہوگیا ہے اور افاضل قم کے تعاون سے متعدد کتب کے ترجمے

www.kitabmart.in

منظر عام پر آ چکے ہیں۔

انتخاب واشاعت کتب میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ایک مومن کے لئے لازمی عقائد واحکام، تفسیر وعلوم قرآن، حدیث وکلام، تاریخ وسیرت، اخلاق وتربیت جیسے تمام دینی موضوعات پر ہر سطح فکر کے لئے مواد فراہم ہو جائے۔

زیر نظر کتاب "انسان اور ذمہ داریاں" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ امید ہے کہ اہل فکر ونظر اس ذخیرہ سے بھر پور فائدہ اٹھائیں گے۔

اس کتاب کی اشاعت میں جن حضرات نے تعاون فرمایا ہم ان کے شکر گذار ہیں۔ مترجم کتاب جناب مولانا اخلاق حسین پکھناروی صاحب ہمارے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جن کی کاوشوں سے زیر نظر کتاب کی اشاعت کا شرف ہمیں حاصل ہو رہا ہے۔

والسلام

سید صفی حیدر

سکریٹری

۲۵ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ

www.kitabmart.in

سبق ۱

انسان، اسلام کی نظر میں

انسان اسلامی نقطۂ نظر سے چند خصوصیات کا حامل ہے اس کی تخلیق خاک کے بے شعور مادہ سے ہے، پھر مراحل کمال طے کرنے کے بعد مادہ سے بالاتر مخلوق میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

قرآن انسانی خلقت کے بارے میں یوں فرماتا ہے: ہم نے انسان کو خالص مٹی سے پیدا کیا، پھر اس کو نطفہ کی شکل میں ایک سکون بخش جگہ پر رکھا، پھر اسے خون کے لوتھڑے میں تبدیل کیا پھر اسے گوشت کے ٹکڑے میں تبدیل کیا پھر اس میں ہڈیوں کی تخلیق کی اور ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر اسے ایک دوسری خلقت میں تبدیل کیا، لہٰذا خدا جو بہترین پیدا کرنے والا ہے وہ لائق احترام اور قابل تعظیم ہے۔(فَتَبَارَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ)[۱]

مذکورہ آیت میں مادہ کے مراحل کمال طے کرنے اور لیاقت حاصل کرنے کے بعد ارشاد ہوا "ثُمَّ اَنْشَأْنَاهُ خَلْقاً آخَرَ" اس مرحلہ تخلیق میں سیاق عبارت بدل گیا اور "خَلَقْنَا" کی جگہ "اَنْشَأْنَا" استعمال ہوا۔اور اس جدید تخلیق کی "خلقاً

---

[۱] سورہ مومنون، ۱۲۔ ۱۴

www.kitabmart.in

آخر" سے تعبیر کرتے ہیں، اس لئے اشارہ کرتا ہے کہ آخری مرحلہ دیگر گزشتہ مراحل سے مکمل جدا ہے۔ اور یہ ایک دوسری تخلیق ہے جو سابق سے جدا ہے۔

آیت سے استفادہ ہوتا ہے فلسفی کتابوں میں ثابت ہو چکا ہے کہ انسان کی روح مادہ سے خالی ہے اور اس پر مادہ کے آثار مرتب نہیں ہوتے ہیں۔ نیز فلسفہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ مادی صورت حرکت جوہری کے زیر اثر ایک ملکوتی اور غیر مادی امر میں تبدیل ہو جاتا ہے اور چونکہ یہ موضوع کچھ زیادہ ہی حیرت انگیز ہے خداوند عالم نے قرآن میں اس کو لائق تعریف اور قابل اہمیت قرار دیا اور کہتا ہے: "فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ" دوسری آیت میں خلقت انسان کی اس طرح تشریح ہوتی ہے: خدا نے جو کچھ خلق کیا بہتر خلق کیا۔ اور انسان کی خلقت کا آغاز مٹی سے کیا، پھر اس کی نسل کو بے قیمت پانی سے وجود عطا کیا پھر اسے سیدھا کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لئے کان، آنکھ اور دل بنائے اور تم شکر ہی تھوڑا ادا کرتے ہو۔[۱]

اس آیت میں تین اہم نکتوں کی جانب اشارہ ہے:

۱۔ نفخ روح پیکر انسانی میں اس وقت ہوا جب جسم کامل ہو چکا اور روح کی قبولیت کی صلاحیت آگئی تو قرآن کی تعبیر میں "سواہ" استعمال ہوا ہے۔

۲۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے روح انسانی کی اپنی طرف نسبت دی ہے اور فرمایا: میں نے اپنی روح اس میں پھونکی تاکہ اس کے اعلیٰ مقام کی

---

[۱] سورہ سجدہ، آیت ۷-۹

www.kitabmart.in

جانب اشارہ کرے۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ انسان آنکھ، کان اور دل والی مخلوق سے پہچانا گیا ہے، اور تحصیل علم کے اسباب یعنی کان، آنکھ اور دل کو اس کے وجود میں قرار دیا تا کہ اس کے ذریعہ علم و دانش حاصل کرے اس اعتبار سے وہ تمام مخلوقات پر فوقیت رکھتا ہے۔ انسان ایک خاکی اور ملکوتی مخلوق ہونے کے ساتھ مذکورہ امتیاز کا حامل اور اس بات کی لیاقت رکھتا تھا کہ مسجود ملائکہ قرار پائے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: پھر جب مکمل کرلوں اور اس میں اپنی روح حیات پھونک دوں تو سب کے سب سجدے میں گر پڑنا۔[۱]

قرآن کی نظر میں انسان ظاہری طور پر دو مختلف صورت میں ذکر ہوا ہے، ایک طرف قابل تعریف قرار پایا ہے اور تمام موجودات پر فوقیت لے گیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: ہم نے اولاد آدمؑ کو مکرم بنایا، اور دریا و خشکی پر سوار کیا، اور پاک پاکیزہ رزق عطا کیا، اور بہت ساری مخلوقات پر فضیلت دی۔[۲]

ایک ملکوتی مخلوق جو خدائی روح کی مالک ہے وہ خلیفہ ٔخدا ہے اور اپنی مخصوص خلقت سے ایسے علوم حاصل کرسکتی ہے جو فرشتوں کے لئے بھی ممکن نہ ہو۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: خداوند عالم نے تمام اسماء (حقائق اشیاء) آدمؑ

---

[۱] سورۂ حجر، آیت: ۲۹ [۲] سورہ اسراء، آیت ۷۰

www.kitabmart.in

کو سکھائے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا کہ ذرا تم ان سب کے نام بتاؤ اگر تم اپنے خیال استحقاق میں سچّے ہو۔ ملائکہ نے عرض کی ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے بتایا ہے کہ تو صاحب علم بھی ہے اور صاحب حکمت بھی۔ ارشاد ہوا کہ آدمؑ اب تم انھیں باخبر کر دو تو جب آدمؑ نے باخبر کر دیا تو خدا نے فرمایا کہ میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں آسمان و زمین کے غیب کو جانتا ہوں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو یا چھپاتے ہو، سب کو جانتا ہوں۔[۱]

دوسری آیت میں ارشاد فرماتا ہے: جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا: میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں تو ان لوگوں نے کہا: کیا ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو زمین پر فساد برپا کرے جبکہ ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں؟ خدا نے کہا: میں جو جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔[۲]

ان آیات میں انسان ایک باعظمت، زمین پر خدا کا خلیفہ اور ایک ایسی مخلوق کے عنوان سے متعارف ہوا جس کے پاس علمی صلاحیت اس درجہ ہے کہ مقرب بارگاہ فرشتوں سے بلند و بالا ہے اور اتنا باعظمت اور صاحب شان کہ فرشتے اس کے عالی مقام کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

دوسری طرف یہی انسان، قرآن میں قابل مذمت واقع ہوا ہے اور اس کی برائیوں کی طرف اشارہ ہوا ہے نمونہ کے عنوان سے:

---

[۱] سورہ بقرہ، آیت: ۳۱-۳۳ [۲] سورہ بقرہ، آیت: ۳۰

www.kitabmart.in

قرآن میں فرماتا ہے: بیشک انسان حریص اور بے صبر ہے چونکہ جب برائی سے سامنا ہوتا ہے تو گھبرا جاتا ہے اور جب خیر اور ثروت اسے ملتی ہے تو کنجوس ہو جاتا ہے۔[۱]

اور فرماتا ہے: انسان ضعیف اور ناتواں خلق ہوا ہے۔[۲]

نیز فرماتا ہے: جب انسان اپنے آپ کو بے نیاز خیال کرتا ہے تو سرکشی کرنے لگتا ہے۔[۳]

فرماتا ہے: انسان جس طرح خیر کا طالب ہے اسی طرح شر کا طالب ہے اور جلد باز ہے۔[۴]

اور فرماتا ہے: انسان ستمگر اور نعمتوں کو پوشیدہ رکھنے والا ہے۔[۵]

نیز فرماتا ہے: اگر انسان کو رحمت سے سرفراز کردوں اور بعد میں اُسے سلب کرلوں تو وہ ناامید اور ناشکرا ہے اور اگر مصیبتوں کے بعد اسے نعمت دیں تو کہتا ہے کہ میری مشکلات ختم ہوگئیں، اس لئے کہ انسان جلدی خوشحال ہوکر فخر کرنے لگتا ہے۔[۶]

اور فرماتا ہے: بتاؤ اگر تم تمام خزانۂ الٰہی کے مالک ہوتے تو انفاق کے خوف سے روک لیتے، چونکہ انسان بخیل ہے۔[۷]

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ انسان قرآن میں دو مختلف عنوان سے

---

[۱] سورہ معارج، آیت: ۱۹-۲۱ [۲] سورہ نساء، آیت: ۲۸ [۳] سورہ علق، آیت: ۶

[۴] سورہ اسراء، آیت: ۱۱ [۵] سورہ ابراہیم، آیت: ۳۴ [۶] سورہ ہود، آیت ۹-۱۰

[۷] سورہ اسراء، آیت ۱۰۰

www.kitabmart.in

متعارف ہوا ہے: ایک طرف اگر روح مجرد اور ملکوتی کا مالک ہے اور حصول علم و دانش کی صلاحیت رکھتا ہے جو فرشتوں کے بس سے باہر ہے، خلیفہ الٰہی ہے، مسجود ملائکہ ہونے سے خدا نے اسے گرامی قدر بنایا اور دیگر موجودات پر فضیلت عطا کی اس کی فطرت توحیدی اور کمال آشنا ہے تو دوسری طرف ظالم، ناشکرا، جاہل، جلد باز، بے صبرا، گریہ وزاری کرنے والا، خیر سے دور، جلدی خوش ہو جانے والا، فخر ومباہات کرنے والا اور کنجوس وسرکش سے متعارف ہے۔ احادیث میں بھی انسان کو انہیں دو صفات سے یاد کیا گیا ہے، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان آیات اور روایات کی جمع کی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

مختصر یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسان دوہری خلقت کا حامل ہے یعنی اس کے اندر وجود کے دو رتبے پائے جاتے ہیں آدھا وجود نوری ہے تو آدھا ظلماتی۔ انسان باوجودیکہ صرف ایک حقیقت ہے، لیکن ایسی حقیقت جس کے دو رُخ ہیں: انسانی اور حیوانی۔ ایک طرف وہ حیوان ہے اور اس میں تمام حیوانی خواہشات ودیعت کی گئی ہیں، بعض انسانی برائیاں جس کا تذکرہ قرآن میں ہوا ہے حیوانی جنس کا نتیجہ ہیں اس لئے قابل ملامت واقع ہوئی ہیں۔ دوسری طرف انسان ہے اور نفس مجرد ملکوتی کا مالک۔ اس کی روح ایک ایسا الٰہی عطیہ ہے جس کا تعلق عالم قدس سے ہے اس لحاظ سے خیر وخیرات، فضائل وکمالات کا سرچشمہ ہے، اسی لئے قابل تعظیم، اللہ کا خلیفہ اور مسجود ملائکہ واقع ہوا ہے اسی خصوصی تخلیق کی بدولت انسان میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ چاہے حیوانی جذبات اور خیالات کی طرف مائل ہو کر حیوانیت کے جذبہ کو قوی

www.kitabmart.in

بنالے چاہے انسانی فضائل و کمالات کی جانب متوجہ ہو کر حیوانی خواہشات کو حد اعتدال میں رکھے اور اس پر قابو پائے اور انسانی جذبہ کی تربیت کرے۔ ان دو راستوں میں کسی ایک کو اختیار کرنا انسان کا کام ہے۔

غور کیجئے اور جواب دیجئے

۱۔ انسان کی دوہری خلقت کا کیا مطلب ہے؟

۲۔ انسانی روح کی کیفیت کیا ہے؟

۳۔ کیوں انسان کے آخری مرحلۂ خلقت کے بارے میں کہا گیا: (ثُمَّ اَنْشَأْنَاهُ خَلْقاً آخَرَ)؟

۴۔ "نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوحِیْ" کا کیا مطلب ہے؟

۵۔ کیوں خدا نے انسانی روح کی نسبت اپنی جانب دی ہے؟

۶۔ کیوں انسان اسماء کے متعلق جواب دینے پر قادر ہوا لیکن فرشتے قادر نہیں ہوئے؟

۷۔ انسان کیسے مسجود ملائکہ بنا؟

۸۔ انسان کی قرآن میں کس طرح توصیف ہوئی ہے؟

۹۔ مذکورہ آیات کی تفسیر اور توجیہ کیسے ہوگی؟

www.kitabmart.in

سبق ۲

انسان اور اختیار

انسان ایک آزاد اور صاحب اختیار مخلوق ہے اس لئے کہ اپنے کاموں کو عقل وفکر اور ارادہ سے انجام دیتا ہے۔ انسان پتھر کے ایک ٹکڑے کی طرح نہیں ہے کہ بغیر اختیار اوپر چلا جائے اور بغیر اختیار زمین کی جانب آجائے نیز ایک درخت کی طرح بھی نہیں ہے جو کھانے کی چیزیں غیر ارادی طور پر زمین سے جذب کرتا ہے اور بڑا ہوتا ہے اور پھل دیتا ہے۔ انسان حیوان بھی نہیں ہے جو خواہش کے تحت کام کرتا ہے اور اپنی داخلی خواہشات اور نفسانی حرکتوں پر مساوات کی تاب نہیں رکھتا، بغیر دور اندیشی کے خواہشات کا اسیر ہو جاتا ہے، بلکہ انسانی امور علم، ارادہ اور اختیار کے بعد ہے جو کام کرنا چاہتا ہے پہلے اس کا تصور کرتا ہے اور کسی ایک طرف کو اختیار کر کے ارادہ کے ساتھ کام شروع کر دیتا ہے۔

اس لحاظ سے انسان ایک آزاد مخلوق ہے۔ ہمیشہ خود کو دوراہے یا چوراہے پر کھڑا دیکھتا ہے کہ کسی ایک کا انتخاب اس کے ارادہ اور اختیار سے وابستہ ہوتا ہے، خود کو انتخاب میں آزاد اور مختار خیال کرتا ہے اسی لئے غور وفکر سے کام لیتا ہے۔

اس کے مختار ہونے کی ایک دلیل حسن وقبح عقلی ہے۔ عقلا بعض امور کو بہتر سمجھتے ہیں تو اس کام کرنے والے کی تعریف کرتے اور جزا دیتے ہیں۔ اور بعض

www.kitabmart.in

افعال کو ناپسند سمجھتے ہیں تو اس کی مذمت کرتے اور سزا کا مستحق جانتے ہیں، معلوم ہوتا کہ اس کے انجام دینے والے کو آزاد تصور کرتے ہیں ورنہ شاباشی اور ملامت کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

اگر انسان اپنے امور میں آزاد اور مختار نہ ہوتا تو اہمیت اور بے اہمیتی کا کوئی مفہوم نہ رہ جاتا۔

اسلام بھی انسان کو آزاد اور مختار تصور کرتا ہے اس سلسلے میں بہ کثرت آیات اور روایات موجود ہیں، بطور مثال ان میں بعض کی جانب اشارہ کرر ہے ہیں:

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: ہم نے انسان کو آزمانے کے لئے مخلوط نطفہ سے پیدا کیا اور دیکھنے کے لئے آنکھ، سننے کے لئے کان دیا اور ہدایت کے راستوں کو بتا دیا چاہے وہ شکر گزار بن جائے چاہے ناشکرا۔[۱]

نیز ارشاد ہوتا ہے: جو دنیاوی ثواب کا خواہاں ہے اسے ہم دے دیں گے اور جو ثواب آخرت کا طالب ہے اسے بھی دیں گے لیکن شکر گزاروں کو جزا اور پاداش دیں گے۔[۲]

نیز ارشاد ہوتا ہے: حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے، جو چاہے مومن ہو جائے اور جو چاہے کافر ہو جائے۔[۳]

---

[۱] سورہ دہر، آیت ۲ [۲] سورہ آل عمران، آیت ۱۴۵ [۳] سورہ کہف، آیت ۲۹

www.kitabmart.in

نیز ارشاد ہوتا ہے: تمہیں جو مشکلات کا سامنا ہوتا ہے وہ تمہارے کرتوت کا نتیجہ ہے، ورنہ خداوند عالم بہت سارے گناہ بخشتا ہے۔[۱]

نیز ارشاد ہوتا ہے: لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث خشکی اور دریا میں فساد پیدا ہوا تاکہ ان کے بعض کرتوت کی سزا دے دے، شاید وہ اپنی حالت پر لوٹ آئیں۔[۲]

اور ارشاد ہوتا ہے: خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اس کی نیکیاں اس کے کام آئیں گی برائیوں کی سزا بھی وہی بھگتے گا۔[۳]

اور ارشاد ہوتا ہے: جو لوگ ہماری آیات میں غلط راستے اختیار کرتے ہیں مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے، آیا وہ بہتر ہے جو آتش جہنم میں جھونکا جائے گا یا وہ جو بلا خوف روز قیامت حاضر ہوگا؟ جو دل چاہے کرو، یقیناً خدا تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔[۴]

مذکورہ نیز سیکڑوں دیگر آیات میں اعمال بندگان کی نسبت خود ان کی طرف دی گئی ہے اور ان کے ارادوں کو افعال کے صادر ہونے میں کارفرما جانا گیا ہے، عاقبت کو ان کے اعمال کا نتیجہ بتایا گیا ہے۔ اس لحاظ سے قرآن کی رو سے انسان ایک آزاد اور مختار مخلوق ہے۔

احادیث میں انسان کے مختار ہونے کی تصریح کی گئی ہے مثال کے طور پر

---

[۱] سورہ شوریٰ، آیت ۳۰ [۲] سورہ روم، آیت ۴۱ [۳] سورہ بقرہ، آیت ۲۸۶

[۴] سورہ فصلت، آیت ۴۰

www.kitabmart.in

ایک حدیث ذکر کی جاتی ہے:

ابراہیم ایک روایت میں بیان کرتے ہیں: امام رضاؑ سے میں نے پوچھا: کیا خدا بندوں کو گناہ کرنے پر مجبور کرتا ہے؟ آپ نے کہا: نہیں بلکہ انہیں اختیار اور مہلت دی ہے تاکہ توبہ کرلیں۔ ابراہیم نے عرض کیا: کیا خدا بندوں کو ان کی طاقت کے سوا تکلیف دیتا ہے؟ آپ نے کہا: خدا کیسے یہ کام کرے گا جب کہ بندوں پر ظلم وستم نہیں کرتا (وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ) اس کے بعد امامؑ نے کہا: میرے والد موسیٰ بن جعفرؑ نے اپنے والد جعفر ابن محمدؑ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا: جس کا خیال ہو کہ خدا بندوں کو نافرمانیوں پر مجبور کرتا ہے یا انہیں ایسے کاموں کا حکم دیتا ہے جو ان کے بس کا نہیں ہوتا، تو ایسے شخص کا ذبیحہ نہ کھاؤ اور نہ اس کی گواہی قبول کرو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو اور اسے زکوۃ نہ دو۔[۱]

اس لحاظ سے عقل کے قطعی فیصلہ کے مطابق، عقلاء کی گواہی اور آیات واحادیث کی تائید سے انسان اپنے اچھے اور برے اعمال کی انتخاب میں آزاد اور مختار ہے اور کسی قسم کا جبر نہیں ہے۔

یہاں پر دو اہم نکتوں کی طرف اشارہ لازم ہے:

پہلا نکتہ:

پہلے کہا جا چکا ہے کہ انسان کی آزادی اور اختیار کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے

---

[۱] بحار، ج ۵ ص ۱۱

www.kitabmart.in

تمام امور ارادہ اور اختیار سے صادر ہوتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان کے افعال و حرکات، عمومی قوانین اور عالم گیر علت سے الگ ہے اور اس کے حوالہ کر دیا گیا ہے، بلکہ ان کی بھی کچھ خاص وجہیں ہیں کہ بغیر ان کے انسانی افعال اور حرکتیں وجود میں نہیں آسکتیں، صحیح یہ ہے کہ انسان پہلے کچھ اور خیال کرتا ہے اس کے بعد غور و فکر کرتا اور اپنی ضرورتوں سے اس کا مقابلہ کرتا ہے پھر اختیار کرتا اور اپنے ارادے سے انجام دیتا ہے لیکن یہی غور و فکر، اچھائیوں اور برائیوں کا درک کرنا، مناسب اور غیر مناسب کی شناخت، فعل یا ترک ارادہ کہ جو مقدمات ارادہ میں شمار ہوتے ہیں، بلا وجہ نہیں ہو سکتے، بلکہ ہر انسان کی ممتاز شخصیت، بدن کی خصوصی ساخت، مغز اور اعصاب کی بناوٹ، اندرونی احساسات، خواہشات، عادات وافکار، گھریلو تربیتیں، اجتماعی حالات اور شرائط اور زندگی کا ماحول سارے کے سارے اس کے انداز فکر میں اثر انداز ہیں۔ نیز ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ پر کسی نہ کسی علت کا نتیجہ ہے۔ اِن وجوہ اور نتائج، تاثیر اور تاثر کا سلسلہ مشیت الٰہی تک جاری رہتا ہے۔ خداوند عالم نے مادہ کو اس طرح خلق کیا ہے اور علیت و معلولیت کے قوانین کو اس پر حاکم بنا دیا ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ ہر حادثہ اپنی علت سے رونما ہو۔ خدا کا ارادہ ہے کہ انسان کے افعال و حرکات، علم، تفکر اور اختیار سے انجام پائیں اور انتخاب امور میں آزادی ہو۔ لہٰذا انسان کا فاعل مختار ہونا اس معنی میں ہے کہ اس کا انتخاب اور ارادہ علت تامہ کا آخری جزء ہے اور امر کا واقع ہونا اسی پر موقوف ہے۔

www.kitabmart.in

دوسرا نکتہ

یہ جو کہا گیا: انسان کے افعال کا تعلق خود انسان سے ہے وہ انتخاب اور ارادہ میں مکمل آزاد ہے، لیکن یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیے کہ مستقل طور پر افعال خود انسان سے صادر ہوتے ہیں اور اس سلسلے میں خدا سے بے نیاز ہے یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ انسان کے افعال و حرکات اسی کے حوالے ہیں اور خدا کا اس سلسلے میں کوئی دخل ہی نہیں ہے، ہرگز ایسی بات نہیں کہیں گے بلکہ جس طرح انسان اپنے وجود اور بقاء نیز فیض میں خداوند سبحان کا محتاج ہے اگر فیض الٰہی کا سلسلہ رک جائے تو انسان فنا ہو جائے گا، اسی طرح اپنی حرکات وسکنات میں بھی فیض الٰہی کا محتاج ہے اگر کسی وقت فیضان الٰہی کا سلسلہ رک جائے تو اس کے حرکات و سکنات بھی موقوف ہو جائیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ انسان کا فعل ہوتے ہوئے کبھی خدا کی طرف نسبت دی جاتی ہے لیکن خدا کی علت فاعلیت کے طول میں قرار پائی ہے، نہ کہ عرض میں، اسی لحاظ سے درج ذیل آیات کی توجیہ ہو سکتی ہے۔

خدا قرآن میں فرماتا ہے: ہر پیغمبر کو ان کی زبان میں بھیجا تا کہ خدا کا پیغام انھیں سنائیں، لہٰذا جسے خدا چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت کرے وہ غالب اور حکیم ہے۔[۱]

---

[۱] سورہ ابراہیم، آیت: ۴

www.kitabmart.in

اور فرماتا ہے کہ کہو: بارالہا! تو ہی مالکِ ملک ہے، جس کو چاہے ملک عطا کرے اور جس سے چاہے چھین لے، جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلیل کردے تمام خوبیاں تیرے ہاتھ میں ہیں اور تو سارے کاموں پر قادر ہے۔[۱]

نیز فرماتا ہے: اگر خدا چاہتا تو تم سب کو جبراً ایک امت بنا دیتا، اور وہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے منزل ہدایت تک پہنچا دیتا ہے، تم جو بھی کرتے ہو باز پرس ہوگی۔[۲]

جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں اِن آیتوں میں گمراہ کرنے یا ہدایت دینے، ملک دینے اور لینے، عزت دینا اور ذلیل کرنا سب خدا کے ہاتھ میں ہے، برعکس گزشتہ آیات کے کہ ایمان و کفر، ثواب دنیا و آخرت، اچھے اور برے افعال کی انجام دہی، دریا اور خشکی میں فساد اور جو مصیبتیں انسان پر پڑتی ہیں سب کی نسبت خود انسان کی طرف دی گئی ہے۔

یہاں چند آیات ایسی بھی ہیں جن میں بعض چیزوں کی نسبت خدا کی طرف اور بعض کی خود انسان کی طرف دی گئی ہے جیسے درج ذیل آیات میں:

قرآن میں فرماتا ہے: پھر تم نے ان کو نہیں مارا بلکہ خدا نے مارا، اور جب تم نے تیر پھینکا تو تم نے نہیں پھینکا بلکہ خدا نے تاکہ مومنین کی اچھی طرح آزمائش ہو یقیناً خدا دانا اور بینا ہے۔[۳]

---

[۱] سورہ آل عمران، آیت ۲۶ [۲] سورہ نحل، آیت ۹۳ [۳] سورہ انفال، آیت ۱۷

www.kitabmart.in

نیز فرماتا ہے: تمہاری چاہت وہی ہے جو خدا کی ہے۔[۱]

ان دو آیتوں میں فعل اور مشیت کی نسبت خدا اور بندے دونوں کی طرف دی گئی ہے (وَمَارَمَیْتَ.....الخ اور وَمَاتَشَاؤُنَ....الخ) اس کی توجیہ اس طرح ہو گی کہ فعل فاعل کے ارادہ اور اختیار سے صادر ہوا ہے لیکن چوں کہ فاعل کی فاعلیت اور وجود مستقل نہیں ہے اور فیض پہنچانے میں خداوند عالم کا محتاج ہے، لہٰذا اس کی طرف نسبت دی گئی۔

اس بنا پر کوئی جبر نہیں ہے چونکہ افعال انسان کے ارادہ واختیار سے صادر ہوئے ہیں اور تفویض بھی نہیں ہے، اس لئے کہ فاعل اپنے فعل میں خداوند متعال کے فیضان سے بے نیاز نہیں ہے بلکہ ایک چیز ان دونوں کے درمیان ہے، جو ائمہ معصومینؑ کی اصطلاح میں (امر بین الامرین) سے موسوم ہے۔

امام رضاؑ نے جبر وتفویض سے متعلق فرمایا: اس سلسلے میں تمہیں ایک ایسی اصل اور اساس کا پتہ دیتا ہوں تاکہ پھر اس میں اختلاف نہ کرو اور اس کے ذریعہ اپنے دشمنوں کو مغلوب کرو؟ کہا گیا: اگر بتادیں تو بڑا احسان ہو گا۔ آپ نے کہا: خدا جبر و اکراہ سے قابل اطاعت نہیں بنا ہے۔ اور مغلوب ہونے کی بنا پر اس کی نافرمانی نہیں ہوتی۔ اپنی بادشاہی میں بندوں کو یوں ہی نہیں چھوڑ دیا، خدا بندوں کو دی گئی چیزوں کا مالک ہے، اور جس پر بندوں کو قدرت دی ہے اس پر قادر ہے۔ اگر بندے اس کے

---

[۱] سورہ تکویر، آیت:۲۹

www.kitabmart.in

امر کی تعمیل کر لیں تو خدا مانع نہیں ہے اور اگر کوئی گناہ کرنا چاہے تو وہ روک سکتا ہے لیکن اگر نہ روکے اور بندہ معصیت کر جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس نے آمادہ کیا ہے۔[۱]

محمد بن عجلان کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا: کیا خدا نے افعال بندے کے حوالے کئے ہیں؟ آپ نے کہا: خدا اس سے کہیں بالاتر ہے کہ اس نے بندوں کے حوالے کیا ہے، پھر میں نے کہا: تو کیا بندوں کو ان کے کاموں میں مجبور بنایا ہے؟ فرمایا: خدا عادل ہے لہٰذا وہ بندوں کو کسی کام پر مجبور نہیں کر سکتا اور پھر ایسا کرنے پر عذاب دے۔[۲]

غور کیجئے اور جواب دیجئے

۱۔ انسان اور نباتات وحیوانات کے افعال میں کیا فرق ہے؟

۲۔ انسان اپنے کاموں کے انتخاب میں کس طرح ہے؟

۳۔ انسان کے آزاد اور مختار ہونے پر شاہد کیا ہے؟

۴۔ انسان کے مختار ہونے کے سلسلے میں قرآن کی رائے کیا ہے؟

۵۔ انسان کا فاعل مختار ہونا کس طرح ہے؟

---

[۱] بحار، ج ۵ ص ۱۶ [۲] بحار، ج ۵ ص ۵۱

www.kitabmart.in

۶۔ کیا انسان کا علم، ارادہ واختیار علیت کے کلی قوانین کا تابع ہے؟

۷۔ انسان کے علم وانتخاب میں کون سے امور تاثیر رکھتے ہیں؟

۸۔ آیا انسان کے افعال خود اس کے حوالے کئے گئے ہیں یا خدا کی بھی ضرورت ہے؟

۹۔ افعال انسان سے متعلق آیات کے کتنے درجے ہیں؟

۱۰۔ دو طرح کی آیات کے درمیان جمع کرنا کیسے ممکن ہے؟

۱۱۔ امر بین امرین کس طرح ہے؟

www.kitabmart.in

سبق ۳

انسان اور تکلیف

جمادات اور نباتات علم و شعور اور ارادہ سے خالی ہوتے ہیں لہٰذا ان پر کوئی تکلیف بھی عائد نہیں ہوتی۔ حیوانات بھی باوجودیکہ صاحب شعور و ارادہ ہوتے ہیں لیکن تکلیف کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ عقل نہیں رکھتے تاکہ غور و فکر، مصلحت اندیشی کے ذریعہ نفسانی خواہشات کا مقابلہ کرسکیں اور اپنے خواہشات کو حد اعتدال پر رکھ (Control) پائیں۔ حیوانات چونکہ خواہشات کے تابع ہیں لہٰذا مکلّف نہیں بن سکتے اور ضوابط و اصول کے ساتھ زندگی بھی نہیں گذار سکتے، ملائکہ کو بھی قانون گذاری اور کسی شرعی اصول و قانون کی ضرورت نہیں ہے چونکہ ان کا وجود مادہ اور مادیت سے بالاتر ہے، ان کے پاس شہوت اور غضب نام کی کوئی چیز نہیں تاکہ انہیں حد اعتدال پر رکھنے کی ضرورت محسوس ہو اس لئے کہ مجرد از مادہ ہیں، گناہ کا ان کے یہاں تصور ہی نہیں کہ تکلیف اور تشریع کی ضرورت ہو۔ فرشتے عالم تکوین میں ودیعت شدہ فرائض پر مامور ہیں اس میں کوئی خلاف ورزی نہیں ہے۔

خدا قرآن میں ملائکہ کے بارے میں فرماتا ہے: یہ اوامر الٰہی کے نافرمان

www.kitabmart.in

نہیں ہیں اور اپنی ڈیوٹی بجالاتے ہیں۔[۱] پھر بھی قرآن ملائکہ کے قول کی حکایت کرتے ہوئے کہتا ہے: ہم میں ایک کا مخصوص مقام ہے، ہم صرف تسبیح کرنے اور صف میں کھڑے ہونے والے ہیں۔[۲]

لیکن انسان اپنی مخصوص تخلیق کے سبب اس ذمہ داری کو قبول کر کے مکلّف بن سکتا ہے۔اس لئے کہ:

اوّلاً یہ فرشتوں جیسا نہیں ہے کہ جو مجرد اور شہوت وغضب سے خالی ہوتے ہیں۔اطاعت ومعصیت کا ان کے بارے میں تصور نہیں، بلکہ انسان اگرچہ روح مجرد کا مالک ہے لیکن اس کی روح مادی بدن سے تعلق رکھتی ہے اس لئے حرکت، کمال اور زوال پایا جاتا ہے نیز اطاعت اور معصیت کا اس کے بارے میں تصور ممکن ہے، اسی اعتبار سے مکلّف بن سکتا ہے۔

ثانیاً جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا، انسان ایک عاقل، آزاد اور مختار مخلوق ہے، اور اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ عقل کے ذریعہ انجام پر نظر رکھے اور اچھائیوں اور برائیوں کو پہچان کے اپنی راہ کا انتخاب کرے۔انہیں دو خصوصیت کی بناء پر انسان مکلّف اور امر و نہی کا مرکز قرار پاسکتا ہے۔بعض احادیث میں بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔

---

[۱] سورہ تحریم، آیت:۶ [۲] سورہ صافات، آیت: ۱۶۴-۱۶۶

www.kitabmart.in

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کی: ملائکہ افضل ہیں یا اولاد آدمؑ؟ آپ نے جواب دیا: امیر المومنین علیؑ نے اس سلسلے میں فرمایا ہے: خداوند عالم نے ملائکہ کو عقل دی ہے مگر شہوت نہیں اور حیوانات کو شہوت دی ہے بغیر عقل کے، لیکن اولاد آدمؑ میں دونوں چیزیں موجود ہیں، لہٰذا جس انسان نے اپنی عقل کو شہوت پر حاکم بنا دیا تو وہ ملائکہ سے بہتر ہے اور جس نے حیوانی جذبوں اور خواہشات کو عقل کا حاکم بنا دیا وہ حیوانات سے بھی بدتر ہے۔[۱] انسان اسی خاص تخلیقی عنصر کی وجہ سے مکلف اور اس کے گراں بار کا متحمل ہوا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: ہم نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر اپنی امانت کا بوجھ ڈالا تو سب نے انکار کر دیا اور ڈر گئے لیکن انسان نے اسے قبول کر لیا۔ اس لئے کہ وہ ستمگر اور نادان تھا۔[۲]

بعض مفسرین نے مذکورہ آیت کی تفسیر تکلیف اور اوامر و نواہی سے کی ہے ان کی باتوں کی توجیہ میں کہا جا سکتا ہے: خداوند عالم نے تمام تکلیفوں کو زمین اور آسمان کے سپرد کیا لیکن چونکہ وہ اس کی اہلیت اور لیاقت نہیں رکھتے تھے لہٰذا اس دشوار کن، تکلیف کے قبول کرنے سے مانع ہوئے، زمین و آسمان چونکہ عقل سے خالی تھے، آسمانی فرشتے چونکہ مادی نہیں تھے اور ان کے اندر قوت شہوت و غضب کا فقدان

---

[۱] بحار، ج ۶ ص ۲۹۹ [۲] سورہ احزاب، آیت ۷۲

www.kitabmart.in

تھا لہٰذا تکلیف قبول کرنے پر راضی نہیں ہوئے صرف انسان تھا جس کے پاس اس کے قبول کرنے کی صلاحیت تھی کیوں کہ وہ عقل وشعور کی بیش بہا دولت سے بہر مند اور فکر، اختیار و ارادہ کا مالک تھا وہ خود کو الٰہی قوانین کے دائرہ میں محدود کر سکتا تھا، انسان چونکہ ظلوم اور جہول ہے یعنی اس کے بارے میں ظلم وستم کا امکان ہے اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ الٰہی ذمہ داریواں کی سنگین بار کو تحمل کرے لہٰذا اس نے قبول کیا اور مکلّف بن گیا۔ انسان کے لئے مکلّف ہونا ایک اہمیت ہے، اس لئے جمادات، نباتات اور حیوانات کے برعکس کہ ان کے یہاں اختیاری کمال کی راہیں بند ہیں اور انسان اسی نعمت الٰہی سے بہر مند تھا لہٰذا ارتقاء کی راہیں اس کے لئے ہموار ہوگئیں۔

خداوند عالم جو سب سے زیادہ انسانی جسم وروح کی مخصوص خلقت اور دنیا وآخرت کی واقعی خوبیوں اور برائیوں کے بارے میں جانتا ہے، نے انسانی فرائض کو معصوم پیغمبروں کے ذریعہ انسانوں کے حوالہ کیا ہے خداوند حکیم ومہربان ان کی جسمانی، نفسانی، دینی اور دنیوی سعادت اور بدبختی کے انجام سے آگاہ اور احکام وقوانین نیز ضروری پروگرام سے باخبر تھا اور یہ جانتا تھا کہ ایسے منظّم اور دقیق پروگرام کا بطور کامل ہونا انسان کے بس کی بات نہیں ہے، اسی لئے اس نے ضروری احکام وقوانین تالیف کر کے معصوم پیغمبروں کے ذریعہ انسان تک پہنچایا۔[۱]

---

[۱] نبوت سے متعلق مزید اطلاع کے لئے کلامی اور اعتقادی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

www.kitabmart.in

آسمانی تکالیف اگرچہ انسان کی مطلق العنانی کو ایک حد تک محدود کرتی ہیں، لیکن یہ محدودیت انسان کے نقصان میں نہیں ہے بلکہ حقیقی مصلحتوں کی تکمیل کے لئے ہے۔ اور خود انسان کے فائدہ میں ہے۔ خداوند دانا و حکیم، مہربان اور غنی مطلق کا کوئی بھی عمل بندوں کے حق میں نقصان نہیں چاہتا۔

انسان مطلق آزادی کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا اور یہ اس کی واقعی مصلحتوں میں بھی نہیں ہے۔ انسان چونکہ سماج میں رہتا اور دوسروں کا محتاج ہے لہٰذا اجتماعی حدود کو قبول کرنا چاہیے اور چونکہ بندہ ہے اور نفسانی اور اخروی سعادت کے حصول کے لئے تکالیف الہیہ اور پیغمبروں کی راہنمائی کا محتاج ہے لہٰذا اسے شرعی تکالیف کی محدودیت کو قبول کرنا چاہیے، نیز اپنی خواہشات کو شرعی اصول کے دائرہ میں محدود کرنا چاہیے ایسی محدودیت اس کے نقصان کا باعث بھی نہیں ہے۔

قرآن و احادیث میں بھی اس مطلب کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: انسان ایک قوم تھے، تو خدا نے پیغمبروں کو بھیجا تاکہ وہ انہیں بشارت دیں اور ڈرائیں، ان کے ساتھ برحق کتاب نازل کی تاکہ لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ کریں اور اصل اختلاف انھیں لوگوں نے کیا ہے جنھیں کتاب مل گئی ہے اور ان پر آیات واضح ہوگئی ہیں صرف بغاوت اور تعدی کی بنا پر۔ تو خدا نے ایمان والوں کو ہدایت دے دی اور انھوں نے اختلافات میں حکم الٰہی سے

www.kitabmart.in

حق دریافت کرلیا اور وہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت دے دیتا ہے۔[۱]

راوی نے امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا: خدا نے بندوں کو کیوں پیدا کیا؟

امامؑ نے جواب دیا: خدا نے بندوں کو بے کار خلق نہیں کیا ہے اور انھیں خودسری اور کھیل کود کے لئے آزاد نہیں چھوڑا ہے، بلکہ قدرت کے اظہار اور ان کے مکلّف ہونے کے لئے انہیں خلق فرمایا ہے تاکہ اللہ کی اطاعت کر کے اس کی خوشنودی حاصل کریں، انہیں اس لئے نہیں پیدا کیا ہے کہ اپنے لئے نفع تلاش کریں یا نقصان کو دفع کریں، بلکہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے انہیں پیدا کیا ہے، تاکہ آخرت کی نعمتوں سے بہرہ مند کریں۔[۲]

غور کیجیے اور جواب دیجیے

۱۔ حیوانات کیوں مکلّف نہیں ہیں؟

۲۔ فرشتے مکلّف کیوں نہیں ہیں؟

۳۔ انسان کس طرح تکالیف قبول کرسکتا ہے؟

۴۔ انسان کی ذمہ داریاں کس کے ذریعہ معین ہوتی ہیں؟

---

[۱] سورہ بقرہ، آیت ۲۱۳ [۲] بحار، ج ۵ ص ۳۱۳

www.kitabmart.in

۵- خدا کے علاوہ دوسرا کیوں انسان کی سعادت کا پروگرام نہیں بنا سکتا؟

۶- کیا انسان کسی قانون میں مقید ہوئے بغیر مطلق آزادی کے ساتھ زندگی گزار سکتا ہے؟

۷- کیا تکالیف کی محدودیت انسان کے لئے نقصان دہ ہے؟

www.kitabmart.in

سبق ۴

انسان اور ذمہ داریاں

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ انسان ایک مکلّف مخلوق ہے اور کچھ فرائض کی انجام دہی کا ذمہ دار ہے۔

انسان کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں ان میں سے ہم چند اہم ذمہ داریوں کو تین حصوں میں بیان کر رہے ہیں۔

۱- انسان کی ذمہ داری خدا اور رسولؐ کے مقابل۔

۲- انسان کی ذمہ داری خود اپنے متعلق۔

۳- انسان کی ذمہ داری دوسرے انسان کی بہ نسبت۔

پہلا حصہ:

خدا اور رسولؐ کے مقابل ذمہ داریاں

انسان کا عقلی اور شرعی فریضہ ہے کہ اپنے خالق اور ولی نعمت کی معرفت حاصل کرے اور اس کا شکریہ ادا کرے، اس کی عبادت کرے اور اس کے ذمّہ عائد کی گئی تکالیف کو انجام دے۔ سچّے پیغمبروں کو جو اللہ کے نمائندے ہیں پہچانے، خدا کا پیغام سنے اور ان کی رہنمائیوں سے فائدہ اٹھائے، خدا اور رسولؐ کا اتباع خود انسان کے

www.kitabmart.in

نفع میں ہے اور دینی و دنیاوی سعادت کا ضامن ہے۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: اے لوگو! پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے والوں کو بھی شاید کہ تم اسی طرح متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔[۱]

خدا قرآن میں فرماتا ہے: اے صاحبان ایمان! خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔[۲]

نیز ارشاد ہوتا ہے: اے صاحبان ایمان! خدا اور رسولؐ اور صاحبان امر کی اطاعت کرو، جو تمہیں میں سے ہیں اور اگر کسی امر میں اختلاف ہو جائے تو خدا اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ تمہارے حق میں خیر اور انجام کے اعتبار سے بہترین بات ہے۔

دوسرا حصہ:

اپنی ذمہ داری

سب سے قیمتی اور عزیز ترین شئ خود انسان کا نفس ہے، لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ ہر خیر سے پہلے اپنے بارے میں غور و فکر کرے اسے پہچانے کہ کیسی موجود ہے کہاں سے آئی اور کہاں جائے گی اور اس کا انجام کیا ہے؟ ارتقاء اور پستی کے اسباب

---

[۱] سورہ بقرہ، آیت: ۲۱ [۲] سورہ محمد، آیت: ۳۳

www.kitabmart.in

کیا ہیں؟

انسان کو دنیا میں اپنی حیثیت اور قدر پہچاننا اور اپنی ذمہ داریوں سے آشنا ہونا ضروری ہے۔ انسان کو چاہئے کہ خوب فکر کرے کہ اس کی تخلیق کا مقصد کیا تھا اور واقعی سعادت اور خوش بختی کیسے حاصل ہوگی؟ اور شقاوت و بدبختی کس چیز میں ہے؟ اپنی زندگی کے پروگرام کہاں سے حاصل کرے اور اپنی راہ کس طرح معین کرے۔

اگر انسان اپنے بارے میں خوب غور کرے اور اپنے زندگی کے پروگرام کو صحیح مرتب کرے، تو سعادت مند ہوگا، اور اگر اپنی قدر دانی نہ کی اور صحیح پروگرام کی ترتیب سے غافل رہا تو اپنے اوپر ظلم کیا اور گراں قدر نفس کو ہلاک کر ڈالا تو اس سے بڑا نقصان اور کیا ہوگا؟

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: اے صاحبان ایمان! خدا سے ڈرو اور فکر کرو کہ آخرت کے لئے کیا جمع کیا ہے، خدا سے ڈرو کہ تمہارے کاموں سے آگاہ ہے۔[۱]

خدا فرماتا ہے: کہو کہ میں خدا کی پرستش کرتا ہوں اور اپنے دین و عبادت میں مخلص ہوں اب تم جس کی چاہو عبادت کرو کہہ دیجئے کہ قیامت میں خسارہ ان کا ہے جنہوں نے اپنے نفس اور اہل کو قیامت کے دن گھاٹے میں رکھا۔ آگاہ ہو جاؤ یہی کھلا ہوا خسارہ ہے۔[۲]

[۱] سورہ حشر، آیت ۱۸ [۲] سورہ زمر، آیت ۱۴-۱۵

www.kitabmart.in

نیز ارشاد ہوتا ہے: اس دن سے ڈرو جب تم سب پلٹا کر اللہ کی بارگاہ میں لے جائے جاؤ گے اس کے بعد ہر نفس کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔[۱]

نیز ارشاد ہوتا ہے: اے صاحبان ایمان اپنے نفس اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے محفوظ رکھو جس کے ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جس پر وہ ملائکہ معین ہوں گے جو سخت مزاج اور تند و تیز ہیں اور خدا کے حکم کی مخالفت نہیں کرتے ہیں اور جو حکم دیا جاتا ہے اسی پر عمل کرتے ہیں۔[۲]

امام سجادؑ فرماتے ہیں: تم پر نفس کا حق یہ ہے کہ اسے اطاعت خداوندی کے لئے آمادہ کرو اس کے بعد آنکھ، کان، زبان، ہاتھ پاؤں، شکم اور شرمگاہ کو آمادہ کرو اور اس سلسلے میں خدا سے مدد بھی مانگو۔[۳]

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: نفس ایک گراں بہا گوہر ہے جو اس کی حفاظت کرے گویا اپنے رتبہ میں اضافہ کیا، جس نے اسے حقیر سمجھا پستی کی طرف چلا گیا۔[۴]

نیز فرمایا: جس نے اپنے نفس کی معرفت حاصل کی وہ اسے فانی امور کے ذریعہ پستی کی جانب نہیں لے جاتا۔[۵]

---

[۱] سورہ بقرہ، آیت ۲۸۱ [۲] سورہ تحریم، آیت ۶ [۳] تحف العقول، ص ۲۶۲

[۴] غرر الحکم، ص ۲۲۶ [۵] غرر الحکم، ص ۶۶۹

www.kitabmart.in

تیسرا حصہ:

انسان کی انسان پر ذمہ داری

انسان سماج میں زندگی گزارتا ہے اور دوسروں کی مدد کا محتاج بھی ہے، انسان باہم زندگی گزارنے پر مجبور ہیں اور یہ کہ سماج میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ ہر انسان کے لئے سماج کی کوئی نہ کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، جس طرح دوسرے انسانوں سے استفادہ کرتا ہے اسے دوسروں کو فائدہ بھی پہنچانا چاہیے۔سماج میں اصول وضوابط نیز ایک دوسروں کے حقوق کی بھی رعایت کرنی چاہیے، ایک دوسرے کے مزاحم نہ ہوں تا کہ ان کی زندگی مطمئن اور پرسکون ہو۔ اخلاقی اور سماجی حقوق اسی لئے بنائے گئے ہیں۔

اسلام کی بھر پور توجہ سماجی اخلاق کی جانب رہی ہے نیز سماج کی فرد فرد کے لئے ایک دوسرے کے متعلق ذمہ داریاں بھی عائد کی ہیں ان کی رعایت کے لئے کثرت سے تاکیدیں اور احکام ہیں۔ اسلام نے عمومی طور پر ذمہ داریوں کو افراد کے ذمہ عائد کیا ہے اور ان سے انجام دہی اور ادائیگی کا مطالبہ کیا ہے۔ان ذمہ داریوں کو اخلاقی کتاب میں تفصیل کے ساتھ تحقیقی عنوان قرار دیا ہے لیکن ہم کلی عناوین پر اکتفاء کرتے ہیں: اجتماع اور سماج کے لوگ جس سماج میں زندگی گزار رہے ہیں ذمہ داریاں رکھتے ہیں۔ اولاد ماں باپ کی بہ نسبت ذمہ داری رکھتی ہے، بیوی شوہر اور شوہر بیوی کی بہ نسبت، بھائی، بھائی اور بہن سے متعلق، بہن، بھائی اور بہن سے، ہمسایہ ہمسایہ

www.kitabmart.in

اور معلم شاگرد اور شاگرد معلم کی بہ نسبت، عالم جاہل اور جاہل عالم کی بہ نسبت، ڈاکٹر بیماروں اور بیمار ڈاکٹر کی بہ نسبت، حاکم رعیت اور رعیت حاکم کی بہ نسبت ذمہ داری رکھتے ہیں۔ حکومت کے کارندے عوام اور عوام، کارندوں کی بہ نسبت، فوجی افسران سپاہیوں اور سپاہی افسر کی بہ نسبت ذمہ داری رکھتا ہے۔ بوڑھے بچوں اور جوانوں اور بچے بوڑھوں اور سن رسیدہ لوگوں کی بہ نسبت، مسلمان مسلمان، اہل کتاب اور کافروں کے مقابل ذمہ داری رکھتے ہیں۔[۱]

خاتمہ میں اس نکتہ کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ انسان کی ذمہ داریاں صرف مذکورہ بالا امور میں منحصر نہیں ہیں بلکہ حیوانات، نباتات، دریا، محیط زندگی، آب و ہوا، زمین و معادن اور جنگلوں کی بہ نسبت بھی ہیں۔

غور کیجیے اور جواب دیجیے

۱۔ انسان کی خدا کی بہ نسبت کیا ذمہ داریاں ہیں؟

۲۔ پیغمبروں کی بہ نسبت کیا ذمہ داری ہے؟

۳۔ انسان کی اپنے نفس سے متعلق کیا ذمہ داری ہے؟

---

[۱] انسان کی ذمہ داریوں کی تفصیل اور تشریح اس مختصر اور محدود اوراق میں بیان نہیں ہوسکتی لہٰذا شائقین قرآن کریم، کتب تفاسیر و حدیث اور اخلاق کی جانب رجوع کریں۔

www.kitabmart.in

۴۔ انسان کی دیگر انسانوں سے متعلق ذمہ داریاں کیا ہیں؟

۵۔ کیوں انسان دیگر انسان کے بارے میں ذمہ داری رکھتا ہے؟

۶۔ ایک دوسرے کے متعلق ذمہ داریوں کی انجام دہی کیا اثر رکھتی ہے؟

۷۔ اسلام نے ایک دوسرے کے متعلق ذمہ داریوں کے سلسلے میں کیا کہا ہے؟

۸۔ کون لوگ اس ذمہ داری کے مالک ہیں؟

www.kitabmart.in

سبق ۵

اسلامی احکام اور فرائض

انسان اپنی سماجی زندگی میں معاشرت، میل جول، کام کاج، مالکیت، کام کرنے والے اور حاکم کے درمیان تعلقات، لین دین، اجتماعی امن وامان کے قائم کرنے، افراد کے اجتماعی حقوق کی ادائیگی، ظلم وستم اور اختلافات کی روک تھام کرنے، مجرموں اور خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دینے، ولایت وحکومت، سماج کا ادارہ کرنے اور اس طرح کے دوسرے امور میں قانون کا محتاج ہے۔

اسی طرح انسان اپنی ذاتی اور باطنی زندگی میں خداوند عالم سے لگاؤ، عبادت اور مراسم عبادت کے طریقوں، سعادت وبدبختی کے اسباب کی شناخت، مکارم اخلاق اور اخلاقی برائیوں کی شناخت، نفس کی تربیت اور تکمیل کے راستے کی معرفت، تزکیہ باطن اور تہذیب نفس جیسے امور میں خداوند عالم کی راہنمائیوں کا محتاج ہے۔

انسان اور جہان کا پیدا کرنے والا انسانی جسم وروح کے حیرت انگیز اسرار سے آگاہ تھا، اور اس کی مختلف ضرورتوں کو جانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ انسان بغیر راہنما کے زندگی کی دشوار راہیں نہیں طے کرسکتا اور کامل مراد نہیں پا سکتا تو اس نے احکام وقوانین بنا کر پیغمبروں کے ذریعہ بھیجا، اسی طرح انسان کی ذاتی اور اخروی

www.kitabmart.in

سعادت کے لئے ضروری احکام پیغمبروں کے ذریعہ بندوں تک پہنچائے۔ یہ مجموعہ اوامر ونواہی وظیفہ کے بیان اور وضاحت کی صورت میں انسان کے اختیار میں دیا ہے۔ جو کچھ خدا کی جانب سے انسانوں کے لئے دین کا جز بن کر آیا ہے وہ یا قوانین واحکام کی شکل میں مرتب ہوا یا امر ونہی اور وظیفہ کے بیان کی شکل میں آیا ہے۔ اس مجموعہ کو تکالیف بھی کہا جاتا ہے، اس لئے کہ اس پر عمل کرنا ہمارا فریضہ ہے اور فریضہ کی ادائیگی دشوار ہوتی ہے۔

اسلام کے احکام وقوانین کافی وسیع اور رنگا رنگ ہیں۔ فقہ، حدیث، تفسیر دراخلاق کی کتاب میں مفصل تحقیق موجود ہے لیکن اس تفصیل کا بیان یہاں ممکن نہیں ہے لہٰذا صرف اُن تقسیموں پر اکتفاء کرتے ہیں جو احکام سے متعلق ہیں۔

احکام تکلیفیہ اور وضعیہ

اسلام کے احکام دو طرح کے ہیں: احکام تکلیفی اور احکام وضعی

احکام تکلیفیہ

وجوب، حرمت، استحباب، اباحت اور کراہت کو احکام تکلیفیہ خمسہ کہتے ہیں۔ انسان کا کوئی عمل پانچ اقسام سے خالی نہیں ہے یا واجب ہے، یعنی انسان کا فریضہ ہے کہ اُسے ضرور انجام دے ورنہ ترک کرنا گناہ اور سزا کا باعث ہوگا، یا حرام ہے اس میں مکلّف کی ذمہ داری ہے کہ اسے ترک کرے ورنہ اس کا بجالانا گناہ

www.kitabmart.in

اور سزا کا باعث ہوگا، یا مستحب ہے، یعنی اس کا بجالانا باعث ثواب ہے لیکن ترک سزا کا حامل نہیں ہے، یا مکروہ ہے یعنی شارع کی نظر میں اس کا بجالانا برا اور انجام دینا گناہ اور سزا کا باعث نہیں ہے، یا مباح ہے، یعنی انجام و ترک دونوں ہی شارع کی نظر میں برابر ہے احکام تکلیفیہ کو اس لئے احکام تکلیفیہ کہتے ہیں کہ اوامر و نواہی کی صورت میں انسان کے ذمہ وظائف بیان ہوئے ہیں۔

احکام وضعیہ

جیسے زن و شوہر کے درمیان زوجیت، ملکیت، مالکیت، آزادی، غلامی، ولایت، نیابت، شرطیت، مانعیت، جزئیت، سببیت، حجیت، صحت اور بطلان، احکام وضعیہ کہلاتے ہیں۔ احکام وضعیۃ تکلیف اور فریضہ نہیں ہیں بلکہ ایسے امور ہیں جسے شارع نے بنایا ہے یا اسے قبول کیا اور آثار مرتب کئے۔

احکام تعبدی و توصلی

احکام تعبدی:

جس کے صحیح ہونے میں اخلاص عمل اور قصد قربت شرط ہو وہ تعبدی کہلاتے ہیں، خواہ واجب ہوں یا مستحب، ساری عبادتیں اسی طرح کی ہیں۔ واجب تعبدی جیسے: واجبی نمازیں، واجب روزہ۔ نماز واجب، طواف واجب، حج واجب، غسل جنابت، وضو اور تیمّم، زکوٰۃ اور خمس۔

مستحبات تعبدی جیسے: توسل اور پیغمبر اور ائمہ معصومینؑ کی قبروں کی زیارت

www.kitabmart.in

ان تمام چیزوں میں خلوص اور قصد قربت شرط ہے اگر ریا کے اعتبار سے انجام دیے جائیں تو باطل شمار ہوگا، لہٰذا دوبارہ تکرار کرنا چاہیے۔

احکام توصلی:

ہر وہ عمل جو دوسرے کے لئے انجام دیا جائے جس میں قصد قربت شرط نہیں ہوتی اسے توصلی کہتے ہیں۔ یہ بھی یا واجب ہے یا مستحب۔

واجب توصلی

جیسے: راہ خدا میں جہاد، اسلام و قرآن نیز اسلامی ممالک کا دفاع، مظلومین کا تحفظ، امر بالمعروف، نہی از منکر، وفاداری، میت کی تکفین اور تدفین، اداء دَین، بیوی اور دیگر واجب النفقہ کو نفقہ دینا، سلام کا جواب اور مسلمان کی جان بچانا۔ اس طرح کے امور واجب توصلی کہلاتے ہیں اگر قصد قربت کے ساتھ بجالائے جائیں، تو ثواب رکھتے ہیں اور بغیر قصد قربت باطل نہیں ہیں۔ تکلیف ساقط ہو جاتی ہے لیکن ثواب نہیں رکھتے۔

مستحبات توصلی:

جیسے: کار خیر میں حصہ لینا، والدین کے ساتھ احسان کرنا، غریبوں کی مدد کرنا، استاد کا احترام کرنا، بچوں پر رحم کرنا، بزرگوں کا احترام، صلہ رُحم، لوگوں کی خدمت، لوگوں کی مشکلات کے حل کی کوشش کرنا، مسلمانوں کی حاجت روائی کرنا، کھانا کھلانا، مہمان نوازی، لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک، پڑوسیوں کے ساتھ حسن

www.kitabmart.in

سلوک، مومنین کو خوش کرنا، بیماروں کی عیادت، برادران مسلمان کی ملاقات اور زیارت، تعلیم و تعلم اور نشر علوم، یتیموں کی دل جوئی اور اُن پر نوازش، اہل و عیال سے حسن سلوک سے پیش آنا اور مسلمانوں کی تشییع جنازہ میں شرکت اور اس کے علاوہ دسیوں امور۔

اس طرح کے امور ذاتی طور پر شارع مقدس کو مطلوب ہیں خواہ قصد قربت کے ذریعہ انجام نہ پائیں۔ اگر قصد قربت کے ساتھ بجالائے جائیں مستحب شمار ہوں گے اور ثواب کا باعث بنیں گے اور اگر بدون قصد قربت انجام پائیں تو بھی مطلوب حاصل ہے لیکن ثواب نہیں ہے۔

عینی اور کفائی

وجوب کی دوسری تقسیم یہ ہے کہ واجب یا عینی ہے یا کفائی:

واجب عینی ایک عمل ہر ایک پر واجب ہے یعنی فرداً فرداً شارع نے تقاضا کیا ہے اور کسی ایک کے انجام دینے سے دوسروں سے ساقط نہیں ہوتا بلکہ سب مکلف ہیں اور اگر ترک کر دیا جائے تو عقاب اور سزا کے مستحق ہیں۔ واجب عینی جیسے: نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور خمس۔

لیکن واجب کفائی اس واجب کو کہتے ہیں کہ ابتدا میں سارے مکلف سے مطلوب ہوتا ہے لیکن کسی ایک کے انجام دے لینے سے سب سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر کوئی انجام نہ دے تو سب گنہگار اور عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

www.kitabmart.in

واجب کفائی جیسے: میت کے کفن و دفن کے احکام، راہ خدا میں جہاد، اسلام کا دفاع، امر بالمعروف، نہی از منکر، لازم کاموں میں مشغولیت جیسے: ڈاکٹری، قضاوت وکالت، اداری امور، علوم و صنعتوں میں مشغولیت، کاشتکاری، تجارت اور مختلف پیشے وغیرہ۔

اس طرح کے امور میں مشغولیت واجب کفائی کہلاتی ہے، اگر ایک یا چند افراد بقدر ضرورت مشغول ہو جائیں تو دوسروں سے ساقط ہو جاتی ہے لیکن اگر سب ترک کر دیں یا بقدر ضرورت مشغولیت نہ ہو تو سب ہی گنہگار ہوں گے۔

تعیینی اور تخییری

وجوب، واجب تعیینی اور تخییری میں بھی تقسیم ہوا ہے، وجوب تعیینی میں معین فعل مکلّف یا مکلفین پر واجب ہوتا ہے اور ان کا انجام دینا معین صورت میں واجب ہوتا ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور خمس۔

لیکن وجوب تخییری یعنی ایک یا چند عمل مکلّف سے مطلوب ہوتا ہے جیسے ماہ رمضان میں افطار کا کفارہ یعنی اگر کسی نے رمضان میں روزہ نہیں رکھا تو مکلّف پر واجب ہے کہ قضاء کے علاوہ کسی تین چیزوں میں سے ایک کفارہ کے عنوان سے انجام دے یعنی ایک غلام آزاد کرے یا ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلائے یا ساٹھ دن روزہ رکھے یعنی انسان تین میں کسی ایک کا انتخاب کرے۔

www.kitabmart.in

محرمات

اسلام میں بعض امور حرام ہیں کہ اگر کوئی انجام دے تو گنہگار اور مستحق عذاب ہے جیسے: بغیر کسی شرعی جواز کے انسان کو قتل کرنا، زنا، لواط، ظلم، لوگوں کے اموال غصب کرنا، چوری، دوسروں کے اموال میں بغیر اجازت تصرف کرنا، شراب خوری، سود لینا اور دینا، حرام گوشت حیوانات کا گوشت کھانا، مردار یعنی ایسے جانور کا گوشت کھانا جو شرعی طور پر ذبح نہ ہوا ہو، نامحرم عورتوں پر نگاہ کرنا، وعدہ خلافی، تہمت لگانا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، عیب جوئی، رشوت لینا، نجس غذا کھانا، واجب جہاد سے فرار کرنا، واجبات کا ترک کرنا اور اس کے علاوہ بہت سارے دیگر امور

تمام احکام

اسلام کے احکام صرف عبادت اور محرمات میں منحصر نہیں ہیں اسلام کے احکام بہت وسیع ہیں اور انسان کی انفرادی اور اجتماعی تمام حالات میں دخیل ہیں اور ہر جگہ ایک حکم ہے۔ اسلام کے وسیع اور مختلف موضوعات اور مسائل فقہی کتابوں میں مذکور ہیں جن میں شرح کے ساتھ تحقیق کی گئی ہے لیکن ان مختصر اوراق میں اس کی گنجائش نہیں ہے، لہذا بعض عمومی عناوین پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

نجاسات اور مطہرات

اسلام میں گیارہ چیزیں نجاسات میں شمار ہوتی ہیں لہذا مسلمانوں پر ان

www.kitabmart.in

سے پرہیز واجب ہے۔

۱-۲- پیشاب، پاخانہ خواہ انسان کا ہو یا ان جانوروں کا جو حرام گوشت اور خون جہندہ رکھتے ہیں۔

۳- خون جہندہ رکھنے والے حیوان کی منی۔

۴- مردار یعنی خون جہندہ رکھنے والے جانور کا مردار۔

۵- خون جہندہ رکھنے والے حیوانات کا خون۔

۶-۷- خشکی میں رہنے والے کتے، سور۔

۸- مست کر دینے والی سیال چیزیں۔

۹- فقاع یعنی جو کی شراب جو نشہ آور ہو۔

۱۰- کافر یعنی جو دین اسلام کو قبول نہیں کرتا۔

۱۱- نجاست خوار حیوان کا پسینہ۔

مطہرات

یعنی وہ چیزیں جو دوسری چیز کو پاک کرتی ہیں ان کی بھی گیارہ قسم ہیں کہ ان میں سب سے اہم پانی ہے۔ چونکہ اشیا کے نجس ہونے کی کیفیت اور مطہرات کا شمار اور ہر ایک کے پاک کرنے کا طریقہ اور نجاست کے احکام تفصیل طلب ہیں

www.kitabmart.in

اور یہاں اس کا امکان نہیں ہے شائقین فقہی کتابوں اور توضیح المسائل کی طرف رجوع کریں۔

معاملات

معاملات کے احکام بھی فقہ میں بہت زیادہ ہیں یہاں صرف عمومی عنوانات کے ذکر پر اکتفاء کی جائے گی۔ مکاسب، خرید و فروخت، انواع خیارات، ربا، حق الشفعہ، اجارہ، جعالہ، عاریۃ، ودیعہ، رہن، ضمان، حوالہ، قرض، مضاربہ، مزارعۃ، مساقات، شرکت، صلح، وکالت، وقف، ھبہ، ارث، وصیت، احیاء موات، ملکیت، حجر، لقطہ، غصب اور دیگر معاملات۔

فیملی کے احکام

اسلام مختلف انداز میں خانوادہ سے متعلق تفصیلی احکام بیان کرتا ہے کہ ہم اس کے کلی احکام کے بیان پر اکتفاء کرتے ہیں۔ جیسے: نکاح، مہر، شوہر و زوجہ کے حقوق، دودھ پلانے اور اولاد کے احکام، نفقہ، نافرمان عورت، طلاق، عدہ طلاق، عدہ وفات اور دوسرے احکام۔

ولایت وحکومت

اسلام میں ولایت اور حکومت سے متعلق بھی مفصل اور وسیع احکام پائے

www.kitabmart.in

جاتے ہیں کہ ہم صرف عمومی عناوین کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔ جیسے ولایت وحکومت اسلامی کی اصل اوراس کی مشروعیت کے دلائل، حکومت اسلامی کی کیفیت، حاکم اور وصی کے شرائط، حاکم کے اختیارات، حاکم کے فرائض، والی کے انتخاب کی کیفیت، اسلامی حکومت کے کارگزاروں کی ذمہ داریاں، عمومی اموال اور حکومت اسلامی کا بجٹ، مالیات، زکوۃ خمس، جہاد، قضاوت، گواہی، قصاص، حدود، دیات اور حکومت سے متعلق دیگر امور۔

کھانے پینے کے احکام

جیسے: حرام گوشت اور حلال گوشت جانوروں کا شکار اور ذبح کرنا، ذبح اور ذبح کرنے والے کے شرعی شرائط، شکار کے شرائط اوراس جیسے دوسرے امور۔

غور کیجیے اور جواب دیجیے

۱۔ احکام پنجگانہ تکلیفیہ کو بیان کیجیے۔

۲۔ احکام تکلیفی کس طرح ہیں؟

۳۔ احکام وضعی کس طرح ہیں؟

۴۔ واجب تعبدی کیا ہے؟

۵۔ واجب توصلی کیا ہے؟

www.kitabmart.in

۶- واجب عینی اور کفائی کیا ہیں؟

۷- واجب تعیینی اور تخییری کیا ہیں؟

۸- محرمات کا شمار کیجیے۔

۹- نجاسات کیا ہیں؟

۱۰- دس عدد معاملات کو شمار کیجیے۔

۱۱- خانوادہ سے متعلق احکام بیان کیجیے۔

۱۲- حکومت سے متعلق احکام بیان کیجیے۔

www.kitabmart.in

سبق ۶

پہلا سرچشمہ

قرآن

جس سے علوم اسلامی اور احکام و قوانین چُنے جاتے ہیں اسے ماخذ (سرچشمہ) کہتے ہیں۔ علوم اسلامی کے بنیادی سرچشمے چار ہیں: قرآن، پیغمبرؐ کی احادیث اور سیرت، ائمہ معصومینؑ کی سیرت اور احادیث، عقل۔

قرآن اسلامی علوم و معارف کا سب سے معتبر اور اہم سرچشمہ ہے اس لئے کہ سند کے لحاظ سے قطعی اور یقینی ہے۔ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ یہ وہی قرآن ہے جو قلب پیغمبرؐ پر اپنی تمام آیات اور سوروں سمیت نازل ہوا تھا۔ کسی قسم کی تحریف، تبدیلی یا کمی اور زیادتی واقع نہیں ہوئی ہے یہ امتیاز کسی اور آسمانی کتاب کو حاصل نہیں ہے۔

قرآن الفاظ کے اعتبار سے بھی ممتاز ہے جو اس کے اعتبار کو بڑھا دیتا ہے۔ اس لئے کہ بعینہ انہیں عبارتوں، الفاظ اور جملوں کا نزول فصیح عربی کے ساتھ خدا کی طرف سے قلب پیغمبرؐ پر ہوا اسی اعتبار سے معجزہ ہے اور کوئی اس جیسا پیش نہیں کر سکتا۔

قرآن کے مفاہیم اور معانی کا امتیاز بھی ایک واضح امر ہے جو بھی ان قرآنی آیات کا دقت سے مطالعہ کرے گا اور اس میں خوب غور کرے گا تو اس کے راز اور

www.kitabmart.in

بلند مفاہیم تک پہنچ جائے گا۔ اگر چہ ظواہر قرآن کی حجیت مورد بحث واقع ہوئی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ مزید بحث واستدلال کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ:

اولاً: قرآن زندگی کا پروگرام اور ایک کتاب عمل ہے جو سادہ عبارت اور قابل فہم عوام کے استفادہ کے لئے نازل ہوا ہے۔

ثانیاً: ابتداء اسلام کے مسلمان آیات سنتے ہی اپنے فرائض سمجھتے اور اس پر عمل کرتے تھے کسی قسم کی تردید دیکھنے میں نہیں آئی۔ پیغمبرؐ خود بھی تبلیغات کے لئے لوگوں کو قرآن سناتے تھے اور قرآنی آیات سے ثبوت پیش کرتے تھے۔

ثالثاً: قرآن نے خود ہی بار بار لوگوں کو غور وفکر کی دعوت دی ہے اور ان سے مطالبہ کیا ہے کہ اپنی زندگی میں ان سے استفادہ کریں اور اگر یہ صحیح اور قابل فہم نہ ہوتا تو فہم کی دعوت بیکار ہوتی۔

اس بناء پر قرآن کے ظواہر کی حجّیت اور اعتبار میں شک نہیں کرنا چاہیے نیز استدلال کا انتظار بھی نہیں کرنا چاہیے۔ ظواہر قرآن کی حجیت کے لئے بعض قرآنی آیات سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے، مثال کے طور پر:

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: یہ قرآن صحیح ترین قانون کی ہدایت کرتا ہے، اور اعمال صالحہ کے پابند مومنوں کو بشارت دیتا ہے کہ گرانقدر جزا کے مالک ہوں گے۔[۱]

---

[۱] سورہ اسراء، آیت ۹

www.kitabmart.in

نیز ارشاد ہوتا ہے: ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں واضح اور عربی زبان میں صاحبان علم کے لئے نازل ہوئی ہیں۔[۱]

نیز ارشاد ہوتا ہے: اے صاحبان کتاب! میرا پیغمبرؐ تمہاری طرف اس لئے آیا ہے تا کہ تمہیں بہت ساری اُن آیات کی خبر دے جو پوشیدہ رکھی گئی تھیں۔ خدا کی طرف سے نور اور ایک روشن کتاب نازل ہوئی ہے، تا کہ خدا اس کتاب کے وسیلہ سے جو رضائے رب کے طالب ہیں صحیح وسالم راہ کی ہدایت کرے اور خدا کے حکم سے تم کو تاریکی سے نکال کر نور کی سمت لے آئے اور صراط مستقیم کی ہدایت کرے۔[۲]

یہ مبارک کتاب تم پر نازل کی ہے کہ اس کی آیات میں غور وفکر کرو اور عقلاء اس سے نصیحت حاصل کریں۔[۳]

نیز ارشاد ہوتا ہے: یہ کتاب مبارک ہے جو تم پر نازل کی ہے، اس کی پیروی کرو اور تقویٰ اختیار کرو شاید رحمت الٰہی شامل حال ہو جائے۔[۴]

خدا فرماتا ہے: کہو! کون سی چیز شہادت سے بڑی ہے؟ کہو! خدا ہمارے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور یہ قرآن وحی کی شکل میں ہم پر نازل ہوا ہے تا کہ اس کے ذریعہ میں تمہیں اور جہاں تک یہ پیغام پہنچے سب کو ڈراؤں۔[۵]

قرآن اپنا تعارف نور، کتاب مبین، تبیاناً لکل شئی، بینة،

---

[۱] سورہ فصلت، آیت:۳ [۲] سورہ مائدہ، آیت ۱۵-۱۶ [۳] سورہ ص، آیت ۲۹

[۴] سورہ انعام، آیت ۱۵۵ [۵] سورہ انعام، آیت ۱۹

www.kitabmart.in

هدی للمتقین، یهدی للتی هی اقوم، یبشر المومنین، یهدیهم الی صراط مستقیم، اوحی الیّ هذا القرآن لانذرکم ومن بلغ، کتاب فصلت آیاته قرآناً عربیاً لقوم یعقلون، کتاب انزلناه الیک لیدبروا آیاته ولیتذکر اولوا الاَلباب کے عنوان سے کراتا ہے، گزشتہ بیان پر نظر کرتے ہوئے قرآن کے ظواہر کی حجیت میں شک کیا جا سکتا ہے۔

بعض احادیث بھی ظواہر کی حجیت اور اعتبار پر دلالت کرتی ہیں۔

مثال کے طور پر: زید بن ارقم کہتے ہیں: ایک دن رسولؐ خدا مکہ اور مدینہ کے درمیان، خم نامی تالاب کے قریب خطبہ دینے اٹھے، اللہ کی حمد وثنا کے بعد وعظ ونصیحت کی۔ پھر فرمایا: میں ایک بشر ہوں عنقریب اللہ کا فرشتہ میری روح قبض کرنے آجائے اور میں لبیک کہوں۔ لہٰذا دو گرانقدر چیز تمہارے لئے چھوڑے جا رہا ہوں: اول کتاب الٰہی جو ہدایت اور نور ہے لہٰذا اس سے تمسک اختیار کرو۔ پھر اس وقت کتاب خدا سے تمسک پر ترغیب دلائی۔ پھر فرمایا: دوم میرے اہل بیت ہیں تمہیں اہلبیتؑ سے متعلق وصیت کرتا ہوں اہل بیت کے بارے میں یاد دہانی کرتا ہوں۔[۱]

اس حدیث اور اس طرح کی دوسری دسیوں احادیث سے استفادہ ہوتا ہے کہ رسولؐ خدا نے قرآن کو ایک معتبر مصدر کے عنوان سے زندۂ جاوید اسلام کے ہمراہ چھوڑا تا کہ ہمیشہ باقی رہے اور لوگ اس سے فیض حاصل کریں اس لحاظ سے قرآن

---

[۱] صحیح مسلم، ج ۴ ص ۱۸۷۳

www.kitabmart.in

سب سے اہم اور زیادہ قابل اعتبار اسلامی علوم و معارف نیز احکام کے لئے بے نیاز مصدر ہے جو لوگوں کی دینی اور ثقافتی ضرورتوں کو برطرف کر سکتا ہے۔ قرآن کے احکام اور معارف کا سرچشمہ اصل حقیقت ہے جو فطرت کے مطابق جمع کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ امتداد زمانہ سے کہنہ نہیں ہوتا۔ نیز علوم اور صنعتوں کی ترقی اور انسانوں کے ارتقاء سے اس میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ خواہ انسان کا علم اور اس کی اطلاع جتنی بھی بڑھ جائے اور چاہے جتنا دانشور حضرات اس آسمانی کتاب میں غور و خوض کریں بلند مفاہیم ہی ملیں گے۔ کوئی مذہبی اور دینی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں قرآن سے زیادہ تحقیق ہوئی ہو اس کے باوجود نئے اور قابل تحقیق مطالب کا استفادہ ممکن ہے۔ قرآن کے سلسلے میں تفاسیر اور علوم قرآن سے متعلق کتابیں لکھی گئیں اس کے باوجود کامل اور عمیق تفسیر لکھنے کی ضرورت ہے فقہا اسلام کی آیات الاحکام سے متعلق کثرت سے تالیفات و تحقیقات موجود ہیں نیز احکام و قوانین سے بھی استنباط کیا ہے اس کے باوجود جدید مسائل کے اجتہاد کا باب کھلا ہے۔

اگر چہ مختلف علوم کو دانشوروں نے فقہ، فلسفہ، کلام، عرفان، طبیعت، اخلاق، تربیت، اجتماع، سیاست، ہیت، نجوم اور حقوق وغیرہ سے متعلق قرآن کے بارے میں تالیفات اور تفاسیر لکھی ہیں اور ہر ایک نے اپنی خاص عنایت سے نہایت ہی مفید مطالب اور حقائق کا استخراج کیا ہے اور شائقین کے لئے گنجائش چھوڑ دیا ہے پھر بھی نئی اور کامل تحقیق کے لئے راستہ کھلا ہے۔

ان تفاصیل کا ذکر ان مختصر اوراق میں ممکن نہیں ہے، لہٰذا بعض موضوعات

www.kitabmart.in

اور کلی عناوین پر اکتفا کیا جاسکتا ہے شائقین کتب تفاسیر کی جانب رجوع کریں۔

قرآن میں مذکور عناوین کو چند گروہ میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ معارف، اصول، عقائد، خدا کے اسماء وصفات کی شناخت، قیامت اور مرنے کے بعد کی زندگی، عالم برزخ اور قیامت، دنیا میں اعمال اور نامۂ اعمال کا درج ہونا، روز قیامت اعمال کا حساب، جنت اور اس کی نعمتیں، دوزخ اور اس کا عذاب، نبوت اور ارسال پیغمبر کی ضرورت، پیغمبروں کے صفات وخصوصیات، پیغمبروں کے معجزے، خدا کا پیغام لوگوں تک پہنچانا اور ان دشواریوں کا ذکر جو اس راہ میں برداشت کی گئی ہیں، ثبات عمل اور دعوت کی دُھن، امت کی رہبری اور امامت کے شرائط اور امام کے خصوصیات۔

۲۔ راہ تبلیغ میں کچھ پیغمبروں کی کوشش اور لگن، قصے اور کہانیاں۔

۳۔ لوگوں کو خدا، قیامت اور نبوت پر ایمان لانے کی ترغیب۔

۴۔ مومنین اور نیکوکار افراد کو اخروی جزا اور جنتی نعمات کی بشارت اور کافروں، بدکاروں کو عذاب اخروی اور گناہ کی سزا سے بچانا۔

۵۔ توحید کی دعوت اور اقسام شرک سے جنگ۔

۶۔ زمین، آسمان، خورشید، ستارے، پہاڑ، دریا، گھاس پھوس، درخت، ہوا، پانی، انسان اور حیوانات کی حیرت انگیز چیزوں سے متعلق تفکر کی دعوت۔

www.kitabmart.in

۷- نعمت الٰہی کا تذکرہ اور ان کی معرفت اور قدردانی کی دعوت۔

۸- مومنین اور ان کے اعمال صالحہ کی توصیف، کفار، منافقین اور ان کے برے اعمال کی توضیح۔

۹- بعض گزشتہ امتوں کی آپ بیتی اور ان کی اچھی یا بری عاقبت۔

۱۰- پیغمبروں کی اپنے زمانے کے لوگوں سے خدا، توحید، قیامت اور نبوت کے موضوع پر بحثیں۔

۱۱- مکارم اخلاق کی شناخت اور اس کی دعوت۔

۱۲- برے اخلاق اور اس سے اجتناب کا تذکرہ۔

۱۳- پیغمبروں کے معجزے۔

۱۴- خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت اور عبادی مراسم کے انجام دہی کی ترغیب جیسے: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور خمس۔

۱۵- کچھ سیاسی احکام۔

۱۶- میراث اور وصیت کے احکام۔

۱۷- معاملات کے احکام۔

۱۸- کچھ قضاوت، شہادت، قصاص، حدود اور دیات کے احکام۔

۱۹- تقویٰ، تہذیب نفس، تزکیہ باطن کی دعوت۔

www.kitabmart.in

۲۰- نفس پر قابو اور خواہشات پر لگام اور نفس کی حفاظت۔

۲۱- بعض احکام، مسائل اور عبادتوں کا بیان۔

۲۲- ظلم، ظالموں، ان کے اخروی عذاب کی مذمت۔

۲۳- انسان کے فلاح و بہبود کی راہیں اور اس کی دعوت۔

۲۴- انسان کی بدبختی کے اسباب اور اس کے بچاؤ کا ذکر۔

۲۵- امت اسلام کی وحدت اور جدائی سے ممانعت کی دعوت۔

اس روئے زمین پر، قرآن کریم علوم و معارف اور اسلامی احکام کا سب سے اہم، معتبر اور بے نیاز سرچشمہ ہے تاکہ رہتی دنیا تک اسلامی سماج کے گوناگوں مسائل کا جواب دے سکے۔ پیغمبر اسلامؐ نے اس گراں قدر و قیمت کتاب کو جامعہ اسلامی میں مسلمانوں کے حوالہ کی اور امت اسلامیہ سے مطالبہ کیا کہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہیں اور اس کے دستور اور راہنمائیوں سے بہرہ مند ہوں۔

خاتمہ میں اس بات کا ذکر ضروری ہے: اگرچہ قرآن نہایت بے نیاز کتاب ہے لیکن ہمیں دیگر اسلامی سرچشمہ یعنی: پیغمبر کی سنت اور سیرت، احادیث اور سیرۃ ائمہ معصومین سے بے نیاز نہیں کرتی، اس لئے کہ سارے موضوعات قرآن میں بیان نہیں ہوئے ہیں، اور جو ذکر بھی ہوا ہے وہ کلی ہے لہٰذا اس کی تفصیل اور فرعی مسائل کا استنباط سنت اور سیرت سے کرنا چاہیے۔

www.kitabmart.in

غور کیجئے اور جواب دیجئے

۱۔ قرآن کا دیگر دینی باتوں پر کیا امتیاز ہے؟

۲۔ حجیت ظواہر قرآن کیوں دلیل طلب نہیں ہے؟

۳۔ آیات میں قرآن کی توصیف کس طرح کی گئی ہے؟

۴۔ یہ توصیفات کس بات پر دلیل ہیں؟

۵۔ حدیث ثقلین کی وضاحت کیجیے۔

۶۔ اس حدیث سے ہم کیا سمجھتے ہیں؟

۷۔ کیوں علوم قرآن پرانے نہیں ہوتے اور ہمیشہ قابل عمل ہیں؟

۸۔ کیا ہم قرآن کے ہوتے ہوئے دیگر اسلامی علوم کے سرچشمے سے بے نیاز ہیں؟ کیوں؟

۹۔ کیوں پیغمبرؐ نے قرآن کو لوگوں کے درمیان چھوڑا؟

www.kitabmart.in

سبق ۷

دوسرا سرچشمہ

سنت پیغمبرؐ

قرآن کریم کے بعد احکام و معارف کا دوسرا سرچشمہ سنت ہے۔ سنت کا تین چیز پر اطلاق ہوتا ہے: اوّل: دینی امور اور وظائف سے متعلق پیغمبرؐ کا قول۔ دوم: دین کے عنوان سے انجام پانے والا پیغمبرؐ کا فعل۔ سوم: کسی ایک صحابی کے فعل پر کہ جس کو بعنوان دین انجام دیا ہے رسول خدا کی تقریر اور دستخط۔ سنت کو اصطلاح میں حدیث اور روایت بھی کہتے ہیں۔

پیغمبرؐ کی احادیث نے احکام دین کے بیان میں بہت بڑا کردار ادا کیا ہے اس لئے کہ اگر چہ قرآن بے نیاز سرچشمہ ہے لیکن بعض موقعوں پر شرح کی ضرورت ہے جس کی کمی ائمہ معصومین اور پیغمبروں کی احادیث پوری کرتی ہیں۔

بعض آیتیں عام، مطلق یا منسوخ ہیں کہ جس کا مخصص، مقید یا ناسخ قرآن میں مذکور نہیں ہے تو اس ضرورت کو حدیث پورا کرتی ہے۔ یا کوئی عبادت سے متعلق فعل جس کی کیفیت، شرائط، اجزاء اور مقدمات اور اس سے متعلق فرعی مسائل قرآن میں نہیں ہیں اس کے بیان کے لئے ہمیں حدیث کی ضرورت ہے۔ یا کوئی کلی قانون یا حکم ہے کہ جن کی تشریح و توضیح اور فرعی مسائل کے بیان کے لئے ہمیں حدیث کی

www.kitabmart.in

ضرورت ہے۔ بعض موضوعات اور مسائل کا قرآن میں تذکرہ ہی نہیں ہے اسے احادیث سے استفادہ کرنا چاہیے۔ پیغمبر اکرمؐ نے دین اسلام کی ایک کامل دین کے عنوان سے شناخت کرائی ہے کہ جو مسلمانوں کے تمام دینی اور دنیاوی شعبۂ حیات میں دخیل ہے۔ اگر چہ نازل ہونے والی آیات ان وسیع ضرورتوں کو پورا کرتی تھیں لیکن کافی نہیں تھیں، اس لئے خدا کے رسول کو حکم ہوا کہ اس ضرورت کو پورا کریں اور اس سلسلہ میں حامل وحی بھی تھے نیز مسلمانوں کا فریضہ تھا کہ رسول خدا کی اطاعت کریں اوران کی بات قبول کریں۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: اے صاحبان ایمان! خدااور رسولؐ کی اطاعت کرواور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔[۱]

مسلمانو! تم میں سے اس کے لئے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ عمل ہے جو شخص بھی اللہ اور آخرت سے امید وابستہ کئے ہوئے ہے اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہے۔[۲]

اس لحاظ سے مسلمانوں کا فریضہ تھا کہ احکام اور قوانین نیز دینی معارف پیغمبر سے لیں۔ اور آپ کے اوامر ونواہی کے مقابل فرمابردار رہیں۔ اسی لئے مسلمان حضرت کی فرمائش اور افعال کی جانب متوجہ رہتے تھے اور جو کچھ بیان کرتے تھے حکم الٰہی اور وحی کے عنوان سے قبول کرتے تھے نیز اعمال عبادی کی کیفیت اور

---

[۱] سورہ محمد، آیت ۳۳ [۲] سورہ احزاب، آیت ۲۱

www.kitabmart.in

طریقہ بھی آنحضرتؐ سے سیکھا۔

اس دوران چند اصحاب احکام یاد کرنے نیز لکھنے اور تحریر کی شکل میں محفوظ کرنے کی جانب کچھ زیادہ ہی توجہ رکھتے تھے، مناسب اوقات میں رسولؐ خدا کی خدمت میں شرفیاب بھی ہوتے اور آپ کی باتوں کو اچھی طرح سنتے اور کبھی سوال کرتے اور اگر کبھی حضور کی بزم سے غائب رہتے تو اپنے دوستوں سے دریافت کرتے۔ مدینہ سے باہر رہنے والے مسلمان فرصت سے مدینہ آتے اور تحصیل علم کی غرض سے وہاں چند روز قیام فرماتے اور رسولؐ خدا کے حضور استفادہ کرتے اس کے بعد اپنے وطن جاتے تھے اس کے مثالی نمونہ مالک بن حویرث نے کہا: ہم اپنے ہم سن جوانوں کے گروہ کے ساتھ مدینہ آئے اور بیس روز و شب وہاں حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں قیام کیا، رسولؐ خدا نے تصور کیا کہ ہم اپنے اہل و عیال کے دیدار کے لئے بے چین ہیں تو ان کے حالات دریافت کئے تو ہم نے جواب دیا پیغمبرؐ ایک مہربان دوست تھے پھر ہم نے کہا: اپنے عیال کے پاس لوٹ جاؤ، اور الٰہی احکام انہیں سکھاؤ اور حکم دو کہ جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں وہ نماز پڑھیں اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی اذان کہے، اپنے درمیان بزرگ انسان کو امام بنا کے اس کی اقتدا کرو۔

رسولؐ خدا ہمیشہ لوگوں کی ہدایت، احکام کی نشر و اشاعت میں کوشاں رہتے تھے، مسجد ہو یا گھر، کوچہ و بازار، عمومی اور خصوصی نشستیں، سفر و حضر، صلح و جنگ تمام حالات میں مناسب موقعوں سے فائدہ اٹھاتے رہے اور اسلامی احکام کی اشاعت

www.kitabmart.in

میں کوشش کرتے رہے۔

قرآنی آیات کی تعلیم کے ضمن میں ان سے متعلق مسائل بھی بیان کرتے، بلکہ بعض دینی امور کو سکھانے کے عنوان سے خود ہی انجام دیتے تا کہ دوسرے لوگ یاد کریں۔ اگر دیکھتے کہ صحیح عمل انجام نہیں پا رہا ہے تو انہیں ٹوکتے اور صحیح طریقہ بیان کرتے اور اگر صحیح بجالاتے تو اس کی تائید کرتے اور شاباشی دیتے تھے۔

رسولؐ خدا نے بار بار مسلمانوں کو وصیت کی کہ دینی مراسم اور عبادتیں ان سے یاد کریں۔

جابر کہتے ہیں: عید قربان کے روز میں نے پیغمبرؐ کو دیکھا کہ آپ نے سواری کے اونٹ کو چھوڑ کر کہا: مناسک حج مجھ سے یاد کرو، اس لئے کہ شاید اس کے بعد حج نہ کرسکوں۔[۱]

اسی طرح رسولؐ خدا احکام دین کی اشاعت میں لگن سے کام لیتے تھے اور اصحاب بھی یاد کرنے اور لکھنے میں کافی توجہ رکھتے تھے۔ رسولؐ خدا کے اس عمل کے دو مقاصد تھے: اول: اصحاب کو دینی علوم سے آشنا کرانا اور دین اسلام کے احکام کی تعلیم۔ دوم: احکام دین کا قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے تبلیغ کے عنوان سے تحفظ۔

پیغمبر اسلامؐ اصحاب کی مدد اور ان کی بے لوث دلچسپی بالخصوص ان میں کچھ

---

[۱] صحیح مسلم، ج ۲ ص ۹۴۳

www.kitabmart.in

لوگوں کی وجہ سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ دینی احکام وقوانین اور علوم ومعارف حدیث کی صورت میں قلم بند کیے گئے اور مسلمانوں کے لئے ہمیشہ کے لئے تاریخ بن گئی۔ اس فریضہ کی ادائیگی میں تمام اصحاب سے زیادہ حضرت علی بن ابی طالبؑ کوشاں تھے، اور زیادہ تر ذمہ داریاں اپنے سر لے لیں جیسا کہ آئندہ اشارہ ہوگا۔ رسولؐ خدا کی خاص عنایت اور اصحاب کی تائید اور لگن سے سیکڑوں بلکہ ہزاروں احادیث اسلام کے مختلف علوم میں روائی کتب میں ثبت ہوئیں اور مسلمانوں کے لئے ایک عظیم میراث کے عنوان سے باقی رہ گئیں۔

دو اہم یاد دہانیاں

یہاں پر دو اہم نکتہ کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔

۱۔ اگرچہ ہمارے روائی ماخذ میں احادیث بہ کثرت موجود ہیں لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اس میں مذکورہ ساری احادیث قابل عمل اور مستند ہیں، بلکہ بعض غیر معتبر ہیں اس مطلب کی وضاحت کے لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ احادیث کی دو قسم ہے۔ واحد اور متواتر۔

خبر متواتر: معصوم سے روایت کرنے والے راویوں یا اس کے بعد کے طبقے کے راویوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو کہ جھوٹ کی گنجائش ہی نہ رہ جائے بلکہ غیر ممکن اور محال ہو ایسی حدیث کو متواتر کہتے ہیں، خبر متواتر حجت ہے اس لئے کہ عقلاء اور عرف عام میں لوگ ایسی خبر پر عمل کرتے ہیں۔

www.kitabmart.in

خبر واحد: جس کے راوی تواتر کی حد تک نہ ہوں اس کی بھی انواع ہیں جیسے خبر صحیح، حسن، خبر موثق، ضعیف اور خبر مرسل۔

جس حدیث کے راویوں کا سلسلہ امام معصوم تک پہنچ جائے اور سب اثنا عشری اور عادل ہوں تو حدیث صحیح کہی جاتی ہے۔

جس حدیث کے تمام راوی موثق اور امامی ہوں اس کو حدیث حسن کہتے ہیں۔

اگر کسی حدیث کے بعض روای غیر امامی ہوں لیکن ثقہ ہوں تو اس کو حدیث موثق کہتے ہیں۔

اگر راوی ضعیف اور غیر موثق ہو تو ضعیف کہتے ہیں۔

اگر کسی حدیث کے راویوں کے درمیان کوئی جعل ساز راوی ہو تو اس کو حدیث مجعول کہتے ہیں۔

اور اگر راویوں کے درمیان کوئی مجہول راوی ہو تو حدیث مجہول کہی جاتی ہے۔اور اگر راویان حدیث کسی حدیث کو بغیر واسطہ کسی ایسے شخص سے نقل کریں کہ راوی اس زمانہ میں نہ رہا ہو تو مرسل کہتے ہیں۔علماء کے نزدیک حدیث صحیح اور حسن معتبر ہے اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔اور علماء حدیث موثق کو بھی معتبر جانتے ہیں۔ لیکن حدیث ضعیف کا کوئی اعتبار نہیں ہے لیکن اگر صحیح ہونے کا قرینہ پایا جاتا ہو یا کوئی چیز اس کی کمزوری کو دور کردے تو پھر اشکال نہیں ہے، حدیث مجعول بھی درجہ اعتبار

www.kitabmart.in

سے ساقط ہے۔

۲۔ خبر واحد کی حجیت سے متعلق جو کہا گیا ہے وہ ان احادیث میں ہے جو وظائف اور تکالیف سے متعلق ہوں، لیکن اگر عقائد، طبیعت، تاریخ، ڈاکٹری امور، بعض پودوں کے فوائد اور نقصانات، میووں، غذاؤں، کھانے پینے کی اشیاء، انسان کے حالات، تعلیم و تربیت، انسان کی بیماریاں، اس کے اسباب اور راہ علاج اور اس کے علاوہ دیگر امور سے متعلق ہوں تو اس کو ایک حجت شرعی کے عنوان سے بیان نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اگر خبر واحد ایسے امور سے متعلق ہے جہاں ایمان اور یقین ضروری اور لازمی ہے جیسے خدا کا وجود، توحید، خدا کے صفات، قیامت کا وجود، مرنے کے بعد کی زندگی کا تصور، اصل نبوت اور رسولوں کے ارسال کی ضرورت ایسے موارد ہیں۔ خبر واحد پر اکتفاء نہیں کیا جاسکتا، بلکہ تلاش کرنی چاہیے تاکہ ایمان اور یقین کا حصول ہو لیکن جو امور محتاج یقین نہیں ہیں جیسے انبیاء کے بعض صفات وخصوصیات، عالم برزخ اور اس کی خصوصیت، قیامت کی کیفیت اور نامہ اعمال، میزان اعمال وحساب، میزان عمل، جنتی نعمتوں اور جہنم کے عذاب کی کیفیت ایسے موارد جس میں ایمان ویقین کی ضرورت نہیں ہے صحیح اور معتبر احادیث سے استفادہ کیا جاسکتا ہے لیکن یہ ایک ظنی دلیل ہوگی اور بس۔ اسی حد تک ان کی نسبت اسلام کی طرف دی جاسکتی ہے مگر یہ کہ کوئی صداقت پر گواہ ہو جو ایمان ویقین کے حصول کا باعث ہو۔ تاریخ، طبیعیات، انسان، ڈاکٹری، علاج وغیرہ سے متعلق بھی خبر واحد کا یہی حال ہے۔

www.kitabmart.in

غور کیجیے اور جواب دیجیے

۱- کیا قرآن ہمیں احادیث اور پیغمبرؐ کے بیانات سے بے نیاز کرتا ہے؟ کیوں؟

۲- مسلمان کس راستہ سے احکام دین کو حاصل کر سکتے ہیں؟

۳- مسلمان کس طرح اس وظیفہ پر عمل کریں؟

۴- پیغمبرؐ نے مسلمانوں سے کیا کہا؟

۵- رسولؐ خدا کا تعلیم احکام میں انہماک سے کیا مقصد تھا؟

۶- خبر متواتر کی تعریف کیجیے۔

۷- حدیث صحیح کسے کہتے ہیں اور حدیث صحیح و حسن میں کیا فرق ہے؟

۸- کون سی حدیث معتبر ہے؟

۹- احادیث کہاں پر حجت ہیں؟

۱۰- کیا اصول عقائد پر ایمان لانے کے لئے خبر واحد پر اکتفا کیا جا سکتا ہے؟

۱۱- کس طرح کے عقائد میں خبر واحد پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟

www.kitabmart.in

سبق ۸

تیسرا سرچشمہ

احادیث اہلبیتؑ

احکام وقوانین نیز اسلامی علوم کا تیسرا سرچشمہ سنت اہل بیتؑ ہے۔
پیغمبراکرمؐ جانتے تھے کہ میرے بعد مسلمانوں کو ایک ایسے مستند اور معتبر، علمی سرچشمہ کی ضرورت ہوگی جو خطا اور لغزش سے محفوظ ہو، تاکہ اس سے احکام شرعی کا حصول کریں اور دینی مشکلات کے حل میں اس سے رجوع کریں۔ اسی مقصد کے لئے اہل بیتؑ کو ایک بے نیاز مرجع اور مورد اعتماد علمی پناہ گاہ کا انتخاب کیا اور اس کا تعارف بھی کرایا تاکہ ہمیشہ قرآن کے ساتھ ساتھ دین کے فرائض ادا کرتے رہیں۔ بارہا اور مختلف موقعوں پر اہل بیتؑ کا تعارف کرایا اور لوگوں کو ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا۔
اس سلسلہ کی احادیث، شیعہ اور سنی کتابوں میں موجود ہیں انھیں میں معتبر ترین، حدیث ثقلین ہے جو مختلف عبارتوں اور متعدد اسناد کے ساتھ نقل ہوئی ہے اور ماخذ حدیث میں تحریر ہوئی ہے کہ ان میں بعض ماخذ کی جانب اشارہ کررہے ہیں:

زید بن ارقم نے کہا: جب رسولؐ خدا حجۃ الوداع کے سفر سے لوٹے تو مقام غدیرخم میں ٹھہرے اور حکم دیا کہ ایک بڑے سایہ دار درخت کے نیچے صفائی کی جائے پھر وہاں ارشاد فرمایا: میں خدا کے حکم سے بول رہا ہوں۔ میں دو گراں قدر چیزیں تمہارے حوالے کرتا ہوں جو ایک دوسرے سے بڑی ہے: کتاب خدا اور میری

www.kitabmart.in

عترت۔ لہٰذا غور کرو کہ میرے بعد ان سے تمہاری رفتار کیسی ہوگی۔ جب تک کہ یہ دونوں یعنی قرآن واہل بیتؑ حوض کوثر پر مجھ سے نہ ملیں گے ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ اس کے بعد کہا: خدا میرا اور میں تمام مومنین کا حاکم ہوں۔ اسی وقت علیؑ کے دست مبارک کو پکڑ کر فرمایا جس جس کا میں حاکم ہوں اس اس کے علی حاکم ہیں اے اللہ علیؑ کے دوستوں کو دوست اور ان کے دشمنوں کو دشمن رکھ۔[۱]

زید بن ارقم اسی کو دوسری طرح سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: حجۃ الوداع کے سفر میں ہم رسولؐ خدا کی خدمت میں تھے، جب مقام غدیر خم پر پہنچے تو حکم دیا کہ بڑے درخت کے نیچے صفائی کی جائے، اس کے بعد فرمایا: گویا میں خدا کی طرف سے بلایا گیا ہوں اور میں نے قبول بھی کیا۔ خدا میرا مولیٰ اور میں مومنین کا مولیٰ ہوں، تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر اُن پر عمل کروگے تو گمراہ نہیں ہوگے: وہ دو چیزیں کتاب خدا اور میری عترت، اہل بیتؑ ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ یہ دونوں چیزیں جب تک کہ میرے پاس حوض کوثر پہ وارد نہ ہو جائیں گی اس وقت تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگی۔ پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جس کا میں ولی اور حاکم ہوں اس کے یہ بھی ولی اور حاکم ہیں۔ خدایا! علیؑ کے دوستوں کو دوست اور ان کے دشمنوں کو دشمن رکھ۔ ابو طفیل کہتے ہیں: میں نے زید سے کہا: کیا تم نے خود رسولؐ خدا سے یہ بات سنی ہے؟ زید نے کہا: جو لوگ اس درخت کے نیچے تھے سب نے اس واقعہ کو دیکھا ہے اور رسول کی باتیں سنی ہیں۔[۲]

---

[۱] مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۰۹ [۲] انساب الاشراف، ج ۲ ص ۱۱۰

www.kitabmart.in

زید بن ثابت کہتے ہیں: رسولؐ خدا نے فرمایا: میں تمہارے درمیان دو جانشین چھوڑ رہا ہوں: کتاب خدا جو زمین و آسمان کے درمیان ایک ریسمان ہے، اور میری عترت یعنی اہل بیتؑ، یہ دونوں حوض کوثر تک پہنچنے سے پہلے جدا نہیں ہوں گے۔[۱]

حذیفہ بن اسید کہتے ہیں: رسولؐ خدا نے فرمایا: اے لوگو! میں تم سے پہلے روانہ ہو جاؤں گا اور تم لوگ مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کرو گے اور جب میرے پاس آؤ گے تو ثقلین سے متعلق سوال کروں گا، لہٰذا غور کرو کہ میرے بعد ان سے تم کیسا سلوک کرو گے۔

ثقل اکبر کتاب خدا ہے جس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے تو دوسرا تمہارے ہاتھ میں، لہٰذا اس سے منسلک رہو اور گمراہ نہ ہو اور نہ اُسے تبدیل کرو۔[۲]

ابوسعید کہتے ہیں رسولؐ خدا نے فرمایا: تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر اس سے متمسک رہے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ثقلین ہے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے بڑی ہے۔ کتاب خدا آسمان سے زمین تک ایک ریسمان ہے اور میری عترت یعنی اہل بیتؑ، آگاہ رہو کہ یہ دونوں مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کریں گے اور اس سے پہلے جدا نہیں ہوں گے۔[۳]

مختصر یہ کہ حدیث ثقلین ان احادیث متواتر میں ہے جو مختلف عبارتوں اور

---

[۱] مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۱۶۲ [۲] تاریخ بغداد، ج ۸ ص ۴۴۲ [۳] مسند احمد بن حنبل، ج ۳ ص ۵۹

www.kitabmart.in

متعدد سندوں کے ساتھ چند بزرگ اصحاب کے ذریعہ نقل ہوئی ہے۔ جیسے زید بن ارقم، ابوذر غفاری، ابوسعید خذری، علیؑ بن ابی طالب، زید بن ثابت، حذیفہ بن یمان، ابن عباس، سلمان فارسی، ابو ہریرہ، جابر بن عبداللہ انصاری، حذیفہ بن اسید غفاری، جبیر بن مطعم، حسنؑ بن علی، فاطمہ زہرا، ام ہانی، ابی طالبؑ، ام سلمٰی، ابورافع اور دیگر افراد۔ حضرت علیؑ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اصحاب کے درمیان خطبہ دیا اور فرمایا: تم میں سے جو بھی غدیر خم کے واقعہ میں شریک تھا اور رسولؐ خدا سے حدیث ثقلین سنی ہے وہ اٹھے اور یہاں آکر ماجرہ کی گواہی دے۔ اس وقت تقریباً ۱۸/آدمی اٹھے اور کہنے لگے ہم وہاں موجود تھے اور ہم نے رسولؐ خدا سے یہ سنا تھا۔ انہیں افراد میں: خزیمہ بن ثابت، سہل بن سعد، عدی بن حاتم، عقبہ بن عامر، ابوایوب انصاری، ابوسعید خذری، ابوشریح خزاعی، ابوقدامہ انصاری، ابویعلی انصاری اور ابوہیثم التیھان۔[۱]

احمد بن حجر ہیثمی لکھتے ہیں: ۲۰/اصحاب سے زیادہ لوگوں نے رسولؐ خدا سے حدیث ثقلین نقل کی ہے۔[۲]

اس حدیث شریف سے تین مفید اور قیمتی مطلب کا استفادہ ہوتا ہے:

اول: پیغمبر اسلامؐ نے اہل بیتؑ کو قرآن کا ہم پلہ قرار دے کر فرمایا: اگر ان سے تمسک رکھو گے تو گمراہ نہیں ہو گے اور میں قیامت کے دن ان کے متعلق سوال

---

[۱] ینابیع المودۃ، ص ۴۱ [۲] الصواعق المحرقۃ، ص ۱۵۰

www.kitabmart.in

کروں گا۔اس لحاظ سے جس طرح قرآن ایک معتبر علمی مرجع ہے، اسی طرح اہل بیتؑ ایک معتبر علمی مرجع اور حجت شرعی ہیں جن کا اتباع لازم ہے۔ان کی سنت اور سیرت اسلامی علوم و معارف نیز احکام وقوانین کا مستند سرچشمہ ہیں۔اس حدیث کے مطابق تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ دین سے متعلق مشکل مسائل کے حل کے لئے اہل بیتؑ کی طرف رجوع کریں۔

دوم: جس طرح قرآن قیامت تک علوم دین کے حصول کے لئے سرچشمہ کے طور پر لوگوں کے درمیان باقی ہے، اسی مقصد کے لئے اہل بیتؑ بھی قیامت تک باقی رہیں گے۔

سوم: قرآن کریم اور اہل بیتؑ دو حجت شرعی اور علمی سرمایہ ہیں جن کی پیروی واجب ہے جو کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے اس بناء پر کوئی مسلمان اہل بیتؑ کو چھوڑ کر (حسبنا کتاب اللہ) نہیں کہہ سکتا۔جس طرح سے کسی مسلمان کو یہ حق نہیں حاصل ہے کہ وہ قرآن کو چھوڑ کر صرف اہل بیتؑ سے تمسک رکھے۔

اسی طرح کی اور بھی احادیث ہیں جو اہل بیتؑ کی پیروی کو نجات اور کامیابی کا باعث اور ان سے دوری ہلاکت اور گمراہی کا سبب جانتی ہیں انہیں میں مشہور ومعروف حدیث سفینہ ہے۔

ابن عباس نے رسولؐ خدا سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا: ہمارے اہل بیتؑ نوحؑ کی کشتی کے مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو سوار نہیں ہوا غرق

www.kitabmart.in

ہوگیا۔[۱]

یہی حدیث دیگر اسناد کے ساتھ ابوسعید خذری، عبداللہ بن زبیر اور ابوذر غفاری کے ذریعہ رسولؐ خدا سے نقل ہوئی ہے۔

اس طرح کی احادیث سے استفادہ ہوتا ہے کہ پیغمبر نے اپنے اہل بیتؑ کو معتبر اور علمی مرجع کے عنوان سے جو قابل اعتماد ہیں لوگوں کو متعارف کرایا ہے، اور ان سے تقاضا کیا کہ مسائل دینی سے متعلق ان کی طرف رجوع کریں اور اسلامی احکام ان سے یاد کریں۔ اس بناء پر سنت اور اہل بیتؑ کی سیرت تیسرے سرچشمہ کے عنوان سے متعارف ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اہل بیتؑ کون لوگ ہیں؟ کیا رسولؐ خدا کے تمام اعزہ واقربا ہیں یا تمام وہ لوگ ہیں جو رسولؐ خدا کے گھر اور آپ کی کفالت میں زندگی گزارتے تھے؟ جیسے بیویاں، اولاد اور نوکر وغلام؟

اس حدیث کے مضمون اور حکم کی مناسبت سے استفادہ ہوتا ہے کہ دونوں احتمال میں سے کوئی ایک بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ پیغمبرؐ کا یہ فرمان کہ میرے اہلبیتؑ قرآن کے ہم پلہ اور ان کی پیروی سعادت اور نجات کا باعث ہے اور مسلمانوں کو وصیت کی کہ دین کے احکام ان سے حاصل کریں، سے استفادہ ہوتا ہے کہ اہل بیتؑ احکام دین اور علوم و معارف اسلامی کے عالم ہیں، ثانیاً: گناہ وخطا سے محفوظ ہیں اس

---

[۱] مجمع الزوائد، ج۹ ص ۱۶۸

www.kitabmart.in

لئے ان کا اتباع عمومی طور پر سعادت اور نجات کا باعث ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ پیغمبرؐ کے تمام اعزہ و اقارب نہ ایسے امتیازات کے حامل ہیں اور نہ ہی آنحضرت کی تمام بیویوں اور بچوں میں یہ امتیازات پائے جاتے ہیں۔

لہٰذا اہل بیتؑ خاص افراد کو ہونا چاہیے یعنی وہی افراد جن کی شان میں آیت "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْراً" نازل ہوئی اور باطنی طہارت اور عصمت کا اعلان کر رہی ہے، یہ محدود اور معین افراد ہیں جن کی شناخت خود پیغمبرؐ نے کرائی ہے۔

اس بارے میں بہت زیادہ احادیث موجود ہیں جن میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

ام سلمیٰ کہتی ہیں: آیۂ "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ" میرے گھر میں نازل ہوئی تو رسولؐ خدا نے ایک شخص کو علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کی خدمت میں بھیجا، جب سب آ گئے تو کہا: یہ میرے اہل بیت ہیں۔[۱]

پیغمبرؐ کے تربیت یافتہ عمر بن ابی سلمیٰ کہتے ہیں: آیۂ "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْراً" ام سلمیٰ کے گھر میں نازل ہوئی رسولؐ نے فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کو بلایا اور ان کے پیچھے حضرت علیؑ بھی تھے تو رسولؐ نے اپنی عبا ان کے سر پر رکھی اور کہا: یہ میرے اہل بیتؑ ہیں، اور

---

[۱] مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۴۶

www.kitabmart.in

خدا نے رجس (گناہ) کو ان سے دور رکھا ہے اور پاکیزہ قرار دیا ہے۔

اس وقت ام سلمٰی نے کہا: یا رسولؐ اللہ کیا میں بھی ان حضرات میں شامل ہوں؟ رسولؐ خدا نے فرمایا: تم اپنی جگہ رہو، تم بھی خیر و خوبی کی مالک ہو۔[۱]

عائشہ فرماتی ہیں: ایک دن صبح کو رسولؐ خدا اونی عبا اوڑھے گھر سے باہر نکلے، اتنے میں امام حسنؑ آئے اور عبا میں داخل ہو گئے، اس کے بعد امام حسینؑ داخل عبا ہوئے پھر جناب فاطمہؑ آئیں تو وہ بھی داخل عبا ہوئیں، پھر جب حضرت علیؑ آ گئے تو انہیں بھی آپ نے زیر عبا آنے کی دعوت دی اس کے بعد فرمایا: "اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡهِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَهِّرَکُمۡ تَطۡهِیۡراً"[۲]

اس طرح کی احادیث، کے مصداق اہل بیتؑ ہیں جن کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہے اور اس کے مصداق پیغمبر، علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام ہیں۔

لیکن کچھ اور بھی احادیث ہیں جس میں پیغمبرؐ نے مذکورہ مصداق میں وسعت دی ہے اور دیگر افراد کو بھی اہل بیتؑ کے عنوان سے متعارف کرایا ہے جو گناہ اور خطا سے معصوم و محفوظ ہیں، مثال کے طور پر: ابن عباس فرماتے ہیں: میں نے رسولؐ خدا سے سنا کہ آپ نے فرمایا: ہم اور علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ اور نو افراد حسینؑ کی نسل سے، گناہ سے پاک اور معصوم ہیں۔

اسی جیسی احادیث سے استفادہ ہوتا ہے کہ حدیث ثقلین اور دیگر احادیث

---

[۱] اسد الغابۃ، ج ۲ ص ۱۲ [۲] صحیح مسلم، ج ۴ ص ۱۸۸۳

www.kitabmart.in

میں مذکور اہل بیت سے مراد علی ابن ابی طالب، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام ہیں اور امام حسینؑ کی نسل سے ۹ فرزند ہیں جن کو رسولؐ، حضرت علیؑ، امام حسن اور امام حسینؑ نے اہل بیت کے معصوم مصداق کے عنوان سے پہچنوایا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو رسول اکرمؐ نے معتبر اور قابل اعتماد مرجع اور گناہ ولغزش سے معصوم بتایا ہے۔ ان کی رفتار، گفتار تمام لوگوں کے لئے حجت ہے، لہٰذا احکام و معارف سے متعلق ان کی طرف رجوع کریں۔[۱]

اس اعتبار سے، احادیث اہل بیتؑ اور ائمہ معصومینؑ علوم و معارف، احکام اسلام کا تیسرا سرچشمہ ہیں۔

غور کیجیے اور جواب دیجیے

۱۔ حدیث ثقلین کو حفظ کیجیے۔

۲۔ کن لوگوں نے حدیث ثقلین کی روایت کی ہے؟

۳۔ پیغمبرؐ نے حدیث ثقلین میں کیا فرمایا ہے؟

۴۔ حدیث سے کن مطالب کا استفادہ ہوتا ہے؟

---

[۱] عصمت اور امامت کا مسئلہ ایک دقیق بحث کا طالب ہے لہٰذا یہاں اس کی گنجائش نہیں ہے انشاءاللہ اگر موقع ملا تو اس موضوع پر بحث کریں گے۔

www.kitabmart.in

۵۔ حدیث ثقلین سے کن چیزوں کا استفادہ ہوتا ہے؟

۶۔ اہل بیتؑ کون ہیں؟

۷۔ پیغمبرؐ نے آیت تطہیر کے نزول کے بعد کیا کیا؟

۸۔ کیوں اپنی عبا ان کے سر پر ڈالی؟

۹۔ اس کے بعد کیا کہا؟

۱۰۔ پیغمبرؐ نے مذکورہ آیت کے مصداق کی وسعت کے بارے میں کیا کہا؟

۱۱۔ علوم واحکام اسلامی کا تیسرا سرچشمہ کیا ہے؟

www.kitabmart.in

سبق ۹

حاملان علم پیغمبرؐ

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کی رسولؐ خدا نے اسلامی علوم نیز احکام وقوانین کی نشر واشاعت کی ان تھک کوشش کی ہے، آپ کے اصحاب بھی احکام لکھنے اور یاد کرنے میں کوشاں تھے، لیکن پیغمبرؐ نے اتنا کافی نہیں سمجھا کیوں کہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ صدر اسلام کے بحرانی اور ناگفتہ بہ حالات اجازت نہیں دیتے کہ اسلام کے وسیع علوم بطور کامل لوگوں کے حافظے کے حوالے کئے جاسکیں اور یہ بھی معلوم تھا کہ اصحاب خطا اور نسیان سے محفوظ بھی نہیں ہیں، اور یہ ممکن ہے کہ امتداد زمانہ سے اسلام کے بعض علوم، احکام وقوانین فراموشی یا اختلاف کی نذر ہو جائیں۔

اسی لئے کوشش میں تھے کہ علوم احکام کے تحفظ کے لئے کسی ایسی پُر امن اور قابل اعتماد خطا اور نسیان سے محفوظ جگہ کا انتخاب کریں اور اسلام کے وسیع علوم کو وہاں منتقل کردیں تا کہ مسلمان بوقت ضرورت وہاں رجوع کریں۔

یہیں پر خدا کی وحی ہوئی کہ علی بن ابی طالبؑ کا انتخاب کریں جوان تمام سنگین ذمہ داریوں کے لئے مناسب ہیں اور ان کی تعلیم وتربیت کی کوشش کریں۔

علیؑ فرماتے ہیں: رسولؐ خدا نے مجھے سینے سے لگایا اور کہا: مجھے حکم ہوا ہے کہ تم کو خود سے قریب کروں اور دور نہ کروں، اور یہ بھی حکم دیا کہ تم سنو اور حفظ کرو۔ تم

www.kitabmart.in

پر خدا کا حق یہ ہے کہ سنو اور حفظ کرو۔ پھر یہ آیت "وَتَعِیَهَا اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ" نازل ہوئی۔[۱]

ابن عباس پیغمبرؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: آیہ "وَتَعِیَهَا اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ"[۲] نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے کہا: میں نے خدا سے درخواست کی کہ اُسے علیؑ کا کان قرار دے۔ پھر حضرت علیؑ نے کہا: میں نے رسولؐ خدا سے جو بھی سنا حفظ کر لیا اور اس کی حفاظت کی اور طول تاریخ میں اسے فراموش نہیں کیا۔[۳]

ابن عباس نے رسولؐ خدا سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا: جب ہم خدا کے سامنے آئے تو اس نے مجھ سے گفتگو اور مناجات کی، اور جو کچھ میں نے یاد کیا تھا علیؑ کو یاد کرا دیا، لہٰذا علیؑ میرے علم کا دروازہ ہیں۔[۴]

امیر المومنینؑ نے فرمایا: رسولؐ خدا کے نزدیک تم میری حیثیت خاص رشتہ داری کے اعتبار سے جانتے ہو اور یہ جانتے ہو کہ مجھے بچپنے میں اپنی آغوش میں لیا اور سینے سے لگایا، اپنے بستر پر سلایا، اپنا جسم میرے جسم سے لمس کیا، آپ کی خوشبو محسوس کی، غذا چباتے اور میرے منہ میں ڈالتے تھے، کبھی مجھ سے جھوٹ نہیں سنا، غلط رفتار نہیں رکھی۔ اور جس دن سے محمدؐ کو دودھ پینے سے روکا اس دن سے ایک عظیم فرشتے کو حکم دیا کہ روز و شب ان کی حفاظت کرے اور انہیں مکارم اخلاق کی ہدایت کرے۔ میں بھی اونٹ کے بچے کی طرح آپ کے پیچھے پیچھے رہتا تھا، ہر روز ایک

---

[۱] مناقب خوارزمی، ۱۹۹ [۲] سورۂ حاقہ، آیت: ۱۲

[۳] مناقب خوارزمی، ص ۱۹۹ [۴] ینابیع المودۃ، ص ۷۹

www.kitabmart.in

نیک اخلاق آپ سے صادر ہوتا تھا اور مجھے حکم دیا کہ اس کی پیروی کروں۔

ہر سال کچھ وقت کوہ حرا میں گزارتے تھے، میرے علاوہ آنحضرت کو کوئی دوسرا نہیں دیکھتا تھا۔ آغاز بعثت میں فقط ایک مسلم گھرانہ تھا اور وہ مجھ پر رسولؐ خدا اور خدیجہؑ پر مشتمل تھا، وحی اور رسالت کا نور دیکھتا اور نبوت کی خوشبو محسوس کرتا تھا اور جب رسولؐ پر وحی نازل ہوئی تو شیطان کی فریاد و فغاں بھی سنی، میں نے کہا: یا رسولؐ اللہ! یہ کیسی آواز ہے؟ فرمایا: یہ شیطان کی آواز ہے جو اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے۔ اے علیؑ! جو میں دیکھتا ہوں وہ تم بھی دیکھتے ہو اور جو میں سنتا ہوں وہ تم بھی سنتے ہو لیکن میں پیغمبرؐ ہوں تم وزیر ہو، اور خیر پر ہو۔[۱]

حضرت علیؑ سے کہا گیا: کیوں تمہارے پاس دیگر اصحاب سے زیادہ احادیث پائی جاتی ہیں؟ آپ نے جواب دیا: جب میں پیغمبرؐ سے سوال کرتا تھا تو وہ مجھے جواب دیتے تھے۔ اور جب میں خاموش رہتا تھا تو بھی رسولؐ خدا گفتگو کیا کرتے تھے۔[۲]

امیر المومنینؑ نے کہا: ایک دن میں رسولؐ خدا کے پاس حاضر ہوا، انھوں نے مجھ سے تنہائی میں گفتگو کی اور جہاں وہ گئے وہاں ان کے ہمراہ میں بھی گیا۔ رسولؐ خدا کے اصحاب کو معلوم ہے کہ یہ رفتار میرے علاوہ کسی کے ساتھ نہیں تھی۔ کبھی رسولؐ خدا میرے گھر تشریف لاتے تھے اور ایسا بہت ہوا ہے۔ اور جب میں رسولؐ خدا کے گھر جاتا تو مجھ سے خلوت میں راز و نیاز کرتے، اور بیوی کو وہاں سے ہٹا دیتے،

---

[۱] نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۲ [۲] طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۳۳۸

www.kitabmart.in

اس وقت میرے علاوہ پیغمبرؐ کے پاس کوئی نہ ہوتا تھا۔ لیکن جب بھی میرے گھر تشریف لاتے تو فاطمہؑ اور میرے بچوں کو نہیں ہٹایا۔ جب بھی آنحضرتؐ سے سوال کیا جواب دیا، اور جب میرے سوال تمام ہوجاتے اور میں خاموش ہوجاتا تو رسولؐ خدا گفتگو کا آغاز کرتے۔

جو آیت بھی رسولؐ خدا پر نازل ہوئی مجھے پڑھ کر سنایا اور املا کرایا تو میں نے اپنی تحریر میں لکھا۔ آیات کی تاویل اور تفسیر، ناسخ منسوخ، محکم متشابہ، عام اور خاص کا علم مجھے دیا۔ اور خداوند عالم سے دعا کی کہ ان کے سمجھنے کی صلاحیت اور حفظ کی قوت مجھے عطا کرے۔ اس کے بعد جو آیت بھی پڑھی یا اس کا علم مجھے سکھایا اور میں نے تحریر کیا تو آج تک فراموش نہیں کرسکا۔

پھر رسولؐ خدا نے حلال وحرام، امر ونہی خواہ گزشتہ سے متعلق ہو یا آئندہ سے، اسی طرح کوئی کتاب جو نازل ہوئی ہو مجھے تعلیم دی اور میں نے یاد کیا بلکہ ایک حرف بھی فراموش نہیں کیا۔ پھر اس وقت اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا اور دعا کی کہ خدایا میرے سینے کو علم وفہم، حکمت ونور سے پر کردے۔ پھر میں نے رسولؐ خدا سے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں جس دن سے آپ نے میرے لئے دعا کی ہے کوئی چیز بھولا نہیں ہوں اور ایسا بھی نہیں ہے کہ کوئی چیز نہ لکھی ہو۔ اس کے بعد بھی آپ کو ڈر ہے کہ میں فراموش کرجاؤں گا؟ کہا: نہیں، اس اعتبار سے مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔[۱]

---

[۱] کافی، ج ۱ص ۶۴

www.kitabmart.in

علیؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! جو آیت بھی نازل ہوئی میں جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ کس موضوع سے ہے اور کہاں کس پر نازل ہوئی ہے۔ خداوند عالم نے مجھے گویا زبان اور فہیم دل عطا کیا ہے۔[۱]

مذکورہ احادیث سے چند مطالب حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ حضرت علیؑ بچپن ہی سے رسولؐ خدا کے پاس تھے، حد یہ ہے کہ کوہ حرا میں اعتکاف کے وقت بھی آپ کے ہمراہ تھے اور آپ کے اخلاق وکردار، رفتار وگفتار کی پیروی کرتے تھے۔ رسولؐ خدا بھی آپ کی تربیت میں خاص توجہ دیتے تھے۔

۲۔ حضرت علیؑ خاص صلاحیتوں کے مالک تھے، نور وحی کا مشاہدہ کیا۔ جبرئیل کی آواز سنی اور شیطان کی فریادوفغاں سنی۔

۳۔ بعثت کے بعد بھی پیغمبرؐ کو حکم تھا کہ علیؑ کو اپنے ہمراہ رکھیں۔

۴۔ رسولؐ خدا نے خدا سے دعا کی کہ علیؑ کو بلندترین فہم وفراست اور حفظ کی قوت عطا کرے اور گوش شنوا دے تاکہ کوئی چیز فراموش نہ کرسکیں۔ خدا نے بھی حضرت کی درخواست قبول کرلی اور قوی ہوش اور حافظہ عطا کردیا، اس کے بعد جو بھی سنا حفظ کیا اور آخر عمر تک نہیں بھولے۔

۵۔ حضرت علیؑ شب وروز رسولؐ خدا سے خصوصی نشست رکھتے

---

[۱] طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۳۳۸

www.kitabmart.in

تھے، جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں تھا۔ کبھی پیغمبرؐ کے گھر میں تو کبھی حضرت علیؑ کے گھر پر نشست ہوتی تھی۔ علیؑ مختلف مسائل سے متعلق سوال کرتے اور رسولؐ خدا سب کا جواب دیتے تھے اور اگر کبھی حضرت علیؑ کے پاس سوال نہیں ہوتا تھا تو رسولؐ اللہ خود ہی بیان کرتے اور ضروری علوم سے علیؑ کو آگاہ کرتے تھے۔

۶۔ حضرت علیؑ ان مسلسل نشستوں اور دیگر تمام مواقع کہ جس میں حضرت رسولؐ کی خدمت کرتے تھے تمام نازل شدہ آیات قرآنی کو بلاواسطہ رسولؐ خدا سے سنتے، لکھتے اور حفظ کرتے تھے۔

تاویل، تفسیر، ناسخ، منسوخ، محکم، متشابہ، عام خاص کا علم بھی رسولؐ خدا سے لیا۔

ایک جملہ میں یہ ہے کہ پوری مدت میں تدریجاً تمام علوم نیز احکام دین رسولؐ خدا سے سیکھا اور آپ کا قلب مبارک علم وفہم اور نور سے پُر ہوگیا۔

علیؑ جامع علوم ہیں

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا حضرت علیؑ نے اپنی ذاتی لیاقت اور رسولؐ کی دعا اور خاص عنایت سے جو تعلیم وتربیت سے متعلق تھی تدریجاً نبوت کے ۲۳ سالہ مودور میں تمام علوم نیز احکام دین، تمام قرآنی آیات اور ان کی تاویل وتفسیر رسولؐ خدا سے یاد کی اور علوم دین کے منبع اور خازن ہوگئے جیسا کہ رسولؐ خدا نے بھی بارہا اس موضوع کی تصریح کی ہے۔ مثال کے طور پر:

www.kitabmart.in

رسولؐ خدا نے علیؑ سے کہا: اے علیؑ! تمہیں علم مبارک ہو، تم نے پانی کی طرح علم پیا ہے۔[۱]

رسولؐ خدا نے فرمایا: میں علم کا شہر اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں، جو بھی علم کا طالب ہے وہ اسی دروازے سے آئے۔[۲]

رسولؐ خدا نے فرمایا: اے علیؑ! میں شہر ہوں تم اس کا دروازہ ہو، جس کا یہ خیال ہو کہ شہر میں بغیر دروازہ کے آجائے گا تو وہ جھوٹا ہے۔[۳]

سلمان فارسیؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا: میرے بعد امت کے درمیان سب سے زیادہ جاننے والے علیؑ ہیں۔[۴]

انس بن مالک نے پیغمبرؐ سے نقل کیا کہ آپ نے علیؑ سے کہا: تم میرے بعد، امت کے اخلاقی مسائل کو بیان کروگے۔[۵]

ابوسعید خدری رسولؐ خدا سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میری امت کے درمیان سب سے اچھے قاضی علیؑ ہیں۔[۶]

جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں حضرت علیؑ کو ان کی علمی جامعیت اور علوم نبوت کے خزینہ دار ہونے کے اعتبار سے رسولؐ خدا کی طرف سے تائید حاصل ہے۔

---

[۱] اسد الغابہ، ج۴ص۲۲ [۲] ینابیع المودۃ، ص۸۲ [۳] ینابیع المودۃ، ص۸۲

[۴] فرائد السمطین، ج۲ص۹۷ [۵] مستدرک حاکم، ج۳ص۱۲۲ [۶] مناقب خوارزمی، ص۳۹

www.kitabmart.in

پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کے بارے میں یہ اہم کام انجام دیا تاکہ علوم نبوت پُرامن جگہ پر باقی رہے، اس کے بعد امت کے لئے استفادہ کا سبب ہو۔

لکھنے کا حکم

باوجودیکہ حضرت رسولؐ اکرم حضرت علیؑ کو علوم دینی اور احکام اسلامی کے حفظ کے اعتبار سے خطا اور نسیان سے محفوظ سمجھ رہے تھے پھر بھی تاکیدی حکم صادر فرمایا کہ علوم واحکام جو سنو اسے لکھو تاکہ آئندہ کے لئے باقی رہے۔ حضرت علیؑ نے کہا: کیا آپ کو یہ خوف ہے کہ میں بھول جاؤں گا؟ فرمایا: نہیں، اس لئے کہ خدا سے دعا کی ہے کہ وہ تمہیں حافظ قرار دے، لیکن اپنے فرزندوں (ائمہ) کے لئے لکھو۔[۱]

حضرت علیؑ نے رسولؐ خدا کے حکم پر مسائل، احکام اور علوم جو رسولؐ اللہ سے سنا تحریر کیا اور کتاب میں درج کیا۔ یہی وہ کتاب تھی جو یکے بعد دیگرے بعنوان میراث ائمہ میں منتقل ہوتی رہی۔ اہل بیتؑ کا ایک علمی سرچشمہ یہی کتابیں تھیں لہٰذا مختلف مقام پر اس سے استفادہ کرتے رہے اور بارہا فرمایا: علیؑ کی کتاب صحیفہ یا جامعہ میں ایسا لکھا ہوا ہے۔ مثال کے طور پر:

بکر کہتے ہیں: امام صادقؑ سے میں نے سنا کہ آپ نے فرمایا: میرے پاس ایسی چیز ہے جس کی موجودگی میں مجھے لوگوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ لوگوں کو میری ضرورت ہے، میرے پاس ایک ایسی کتاب ہے جس کو رسولؐ خدا نے املا کرایا ہے اور

---

[۱] ینابیع المودۃ، ص۲۲

www.kitabmart.in

علیؑ نے اُسے تحریر کیا ہے۔ میرے پاس ایک ایسا صحیفہ ہے جس میں حلال وحرام کا بیان ہے تم میری طرف کسی چیز کے لئے رجوع کرتے ہو تو اس پر عمل اور ترک کا حکم ہم جانتے ہیں۔[۱]

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: ایک بھیڑ کی کھال میرے پاس ہے جس پر رسولؐ کا املا اور علیؑ کا خط موجود ہے لوگوں کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ اس میں ہے، یہاں تک کہ دیت یعنی اس خراش (جو جسم پر ہوتی ہے) کے خسارہ کا بھی حکم اس میں موجود ہے۔[۲]

جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں علوم دین اور احکام اسلامی کی بقاء اور تحفظ کا ایک طریقہ جو رسولؐ خدا نے اپنایا، لکھنا اور کتاب کی فراہمی تھی، اسی لئے کتاب کی ذمہ داری آپ نے حضرت علیؑ کو دی اور رسولؐ کے املا اور علیؑ کی تحریر سے کتاب یا کتابیں جو جامع اور معتبر ہیں فراہم ہوئیں۔

اس وقت جب کہ علوم اور احکام دین پیغمبرؐ کے ذریعہ علیؑ کے قوی حافظہ میں منتقل ہوئے اور آپ نے اس کو تحریری شکل دی تو اس طرح سے ایک معتبر اور مستند علمی مرجع فراہم ہوا، رسولؐ خدا نے حدیث ثقلین اور دیگر احادیث میں اپنے اہلبیتؑ کہ جن میں سرفہرست علیؑ کی ذات وشخصیت ہے کو ایک معتبر علمی مرجع کے عنوان سے تعارف کرایا اور لوگوں کو ان کی طرف رجوع کا حکم دیا۔

---

[۱] کافی، ج۱ص۲۴۱ [۲] جامع احادیث الشیعہ، ج۱ص۱۵

www.kitabmart.in

رسولؐ خدا کی رحلت کے بعد حضرت علیؑ نے ان دو طریقوں سے استفادہ کیا۔ اور اپنے تمام مکتوب اور محفوظ علوم اپنے بیٹے امام حسنؑ کے حوالے کیا۔ اور حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد امام حسنؑ نے اپنی جگہ پر محفوظ علوم اور کتابوں کو امام حسینؑ کے حوالے کیا۔ اسی صورت سے ہر امام محفوظ علوم و کتاب کو اپنے پاس سے دوسرے امام تک منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ بارہویں امام تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ جیسا کہ ائمہ معصومین علیہم السلام نے اس کی تشریح فرمائی ہے ان میں سے علوم کا ایک سرچشمہ یہی کتابیں تھیں۔

جابر نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جابر! اگر ہم اپنی رائے سے تم سے گفتگو کرتے ہوتے تو ہلاک ہو چکے ہوتے۔ ہم نے رسولؐ خدا سے جو احادیث محفوظ کی ہیں (جس طرح لوگ سونا، چاندی ذخیرہ کرتے ہیں)، اسی سے گفتگو کرتے ہیں۔[۱]

کچھ راویوں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: میرے باپ کی بات ہے اور میرے باپ کی بات میرے جد حسینؑ کی بات ہے اور حسینؑ کی حدیث حسنؑ کی حدیث اور حدیث حسنؑ، امیر المومنینؑ کی حدیث اور امیر المومنینؑ کی حدیث رسولؐ خدا کی حدیث اور رسولؐ خدا کی حدیث خداوند عالم کا قول ہے۔[۲]

گزشتہ باتوں سے ہم یہ استفادہ کرتے ہیں: رسولؐ خدا نے علوم و معارف،

---

[۱] جامع احادیث الشیعہ، ج ۱ ص ۱۳ [۲] کافی، ج ۱ ص ۵۳

www.kitabmart.in

احکام وقوانین دین کے تحفظ کے لئے اپنے اہل بیتؑ کو منتخب کیا ہے جو خطا ونسیان سے محفوظ ہیں اور علوم نبوت کو دو طریقے سے ان کے حوالے کیا، ایک ربانی تعلیم اور ان کے حفظ سے دوسرے کتابت اور معتبر کتابوں کی فراہمی سے۔اس لحاظ سے ائمہ معصومین اور اہل بیتؑ پیغمبرؐ نے احکام اور علوم دین کو دو طریقہ سے مورد استفادہ قرار دیا: ایک اپنے آباء سے حدیث نقل کر کے دوم اُن کتابوں سے جو آباء واجداد کے ذریعہ رسولؐ سے بعنوان میراث پائی تھی اور ہر صورت معتبر ترین نقل حدیث کا ذریعہ تھی۔حدیث ثقلین اور اس جیسی احادیث کے مطابق تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ علوم دین کے حصول میں ان کی جانب رجوع کریں۔

اس نکتہ کی یاددہانی ضروری سمجھتا ہوں کہ ائمہ علیہم السلام کے علوم صرف دو ہی طریقوں میں منحصر نہیں ہیں بلکہ دوسرے طریقے بھی تھے کہ اس جگہ ان کے بیان کا موقع نہیں ہے۔

غور کیجیے اور جواب دیجیے

۱۔ کیوں پیغمبرؐ ضبط احکام سے متعلق کوشاں تھے کہ پر امن جگہ کا انتخاب کریں؟

۲۔ پیغمبرؐ کو اس سلسلہ میں خدا کی طرف سے کیا ذمہ داری ملی تھی؟

۳۔ پیغمبرؐ نے حضرت کے بارے میں خدا سے کیا سوال کیا؟

www.kitabmart.in

۴۔ کیوں علیؑ کے پاس دیگر اصحاب کے مقابل احادیث زیادہ تھیں؟

۵۔ رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کے علم کے بارے میں کیا فرمایا؟

۶۔ پیغمبرؐ کا حضرت علیؑ سے رویہ کیا تھا؟

۷۔ پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ کو علوم کی کتابت کرنے کا حکم کیوں دیا؟

۸۔ اہل بیت اور ائمہ معصومینؑ نے کن طریقوں سے رسولؐ خدا کے ذریعہ اپنے علوم کو نقل کیا؟

۹۔ کیوں اہل بیتؑ علوم پیغمبرؐ کے نقل کا بہترین ذریعہ ہیں؟

۱۰۔ اخذ علوم دین کے سلسلے میں تمام مسلمانوں کا کیا فریضہ ہے؟

www.kitabmart.in

سبق ۱۰

چوتھا سر چشمہ

عقل

علوم اور احکام دین کے لئے عقل کو چوتھا سر چشمہ شمار کیا جا سکتا ہے۔ انسان حیوانات سے عقل کی بنا پر ممتاز ہیں۔ اور جو کچھ ہے اس کی عقل کی بدولت ہے۔ تہذیب وتمدن، ترقی، علوم طبعی، صنعتی ارتقاء، انسانی علوم میں ترقی، فلسفہ، عرفان اور اخلاق میں کمال، زبان و ہنر میں ترقی ساری کی ساری چیزیں عقل انسانی کی مرہون منت ہیں۔ اگر عقل کو انسان سے سلب کر لیا جائے تو یہ سارے کمالات ضائع ہو جائیں گے۔ اصولی طور پر انسان کی روزمرہ کی زندگی انھیں عقلی مدارک پر استوار ہے۔

قضایائے عقلیہ کو دو حصّوں میں تقسیم کیا ہے:

اول۔ اولیات اور بدیہیات عقلیہ، کہ ان پر حکم سنانے میں دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسے: ایک وقت میں دو ضد کا اجتماع اور ارتفاع محال ہے۔

دوم۔ قضایائے نظری: کہ ان پر حکم لگانے میں قیاس تشکیل دینے اور دلیل قائم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ان مطالب کی تفصیل منطقی کتابوں میں دیکھی جائے۔

www.kitabmart.in

اسلامی تہذیب میں بھی عقل ایک ممتاز اور گراں قدر رہنما کے عنوان سے حقیقتوں کو ظاہر کرنے میں انسان کی ہدایت کرسکتی ہے، اسلام تعقل و تفکر، استدلال اور عقل سے فائدہ اٹھانے والا دین ہے۔

قرآن کریم زیادہ تر آیات میں انسان کو غور وفکر کی دعوت دیتا ہے اور بے وقوفی پر مذمت کرتا ہے، مثال کے طور پر:

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: بیشک زمین و آسمان کی خلقت، شب و روز کی آمد و رفت، اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کے فائدے کے لئے دریاؤں میں چلتی ہیں اور اس پانی میں جسے خدا نے آسمان سے نازل کر کے اس کے ذریعہ مردہ زمینوں کو زندہ کردیا اور اس میں طرح طرح کے چوپائے پھیلا دیئے ہیں اور ہواؤں کے چلانے میں اور آسمان زمین کے درمیان مسخر کئے جانے والے بادل میں صاحبان عقل کے لئے اللہ کی نشانیاں پائی جاتی ہیں۔[۱]

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: خدا نے تمہیں آنکھ، کان، دل اور دماغ دیا لیکن شکریہ بہت کم ادا کرتے ہو۔ وہ ہے جس نے تمہیں زمین پر پیدا کیا اور اسی کی جانب تمہاری بازگشت ہے وہی زندہ کرنے اور مارنے والا ہے اور روز و شب کی آمد اس کے اختیار میں ہے لہٰذا کیوں غور نہیں کرتے؟[۲]

حدیث کی کتابوں میں بھی بہت ساری احادیث پائی جاتی ہیں جو عقل کی

---

[۱] سورہ بقرہ، آیت ۱۶۴ [۲] سورہ مومنون، آیت ۷۸-۸۰

www.kitabmart.in

اہمیت اور غور وفکر کی دعوت پر دلالت کرتی ہیں۔ سب سے پہلا عنوان گراں قدر کتاب کافی کا ''کتاب العقل والجہل ہے'' اس سلسلے میں کثرت سے احادیث پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر:

عبداللہ بن سنان نے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: پیغمبرؐ لوگوں پر اللہ کی حجت ہیں اور عقل خدا اور بندوں کے درمیان حجت ہے۔[۱]

نیز امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: عقل مومن کی راہنما ہے۔[۲] قرآن کریم نے بھی غور وفکر کے علاوہ خود بھی استدلال قائم کیا ہے، پیغمبر اسلام اور ائمہ معصومینؑ نے لوگوں کو غور وفکر کی دعوت دی، اور مطالب کے اثبات پر استدلال بھی کیا، اور مخالفین کے شبہوں کے جواب میں دلیل پیش کی ہے۔ عقل کے استعمال اور بحث واستدلال کا طریقہ اسلام نے قبول کیا ہے اور لوگوں کو اس کی طرف رغبت دلائی ہے۔

اس لحاظ سے عقل بھی ایک معتبر شرعی دلیل ہے اور علوم واحکام کا ایک سرچشمہ ہے، عقل نیز اس کے فیصلوں اور اس کے احکام واستدلال کے ذریعہ حقائق تک رسائی ہوسکتی ہے۔ اگر عقلی مدارک معیار کے مطابق ہوں تو واقعیت کا پتہ دیتے ہیں اور یقین آور ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عقل درک کرنے میں خطا نہیں کرتی اور اس کے مدارک ہمیشہ واقعیت کے مطابق ہوتے ہیں نہیں ایسا نہیں

---

[۱] کافی، ج ۲ ص ۲۵ [۲] کافی، ج ۱ ص ۲۵

www.kitabmart.in

ہے بلکہ اس میں خطا کے امکان پائے جاتے ہیں۔ لیکن خطا کے محدود مواقع احکام عقلیہ اوراس کے فیصلہ کے درمیان حائل نہیں ہو سکتے اور عقل کو حجیت سے ساقط نہیں کر سکتے بلکہ اس خطا کی علت غلط سوچ اور ناقص استدلال ہے اور علم منطق کی اسی لئے تدوین ہوئی ہے۔ صحیح فکر اور منطقی میزان کو استعمال کر کے خطا سے روکا جا سکتا ہے۔

عقل سے استفادہ کے مواقع

صحیح ہے کہ عقل ایک امین اور صالح راہنما ہے اور واقعیات کے کشف میں اس سے مدد لی جا سکتی ہے، لیکن یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ ہر چیز کے اثبات میں دلیل عقلی قائم کریں اور یہ انتظار ہو کہ عقل دخیل ہوگی، اور اگر دلیل عقلی نہ ہو تو مردود سمجھیں۔ بلکہ عقلی احکام اور فیصلے مخصوص مقام پر صادر ہوتے ہیں جن میں بعض کی طرف مختصر اشارہ کر رہے ہیں۔

اصول عقائد

عقائد کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں: اصول عقائد اور عقائد فرعی

اصول عقائد میں عقلی دلیل سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ جیسے: خدا کے وجود، توحید، صفات ثبوتیہ اور کمال خدا، صفات سلبیہ اور جلال خدا کا ثبوت، اور معاد اور مرنے کے بعد کی زندگی، جزا اور سزا کے لئے مردوں کا حشر ونشر جیسے: بندوں تک الٰہی پروگرام کے پہنچانے اور ان کی ھدایت و راہنمائی کے لئے انبیاء کی بعثت کا لازمی ہونا پیغمبروں کے لئے عصمت وعلم کا ثابت کرنا اور اصل امامت کا اثبات،

www.kitabmart.in

احکام کے اجراء اور حفاظت کے لئے امامت کا نصب کرنا، راہ انبیاء کا تسلسل اور امام کے لئے علم وعصمت ثابت کرنا۔

عقائد کے کلی اصول میں دلیل عقلیہ کا امکان ہے اسی لئے مذکورہ طور پر ایمان نہایت دقت اور تلاش کے بعد دلیلوں اور عقلی طریقوں کے ذریعہ ہونا چاہئے اسلام کبھی لوگوں کو مجبور نہیں کرتا کہ اصول دین بغیر دلیل قبول کریں، بلکہ غور وفکر، دقت وتلاش پر رغبت دلاتا ہے تا کہ اسے ازروی دلیل قبول کریں لیکن فروعی عقائد میں غالباً عقلی استدلال کی گنجائش نہیں ہوتی۔ جیسے: عالم برزخ کا وجود، قبر میں مردوں سے سوال، قیامت کے برپا ہونے کی کیفیت دنیا میں، بندوں کے نیک اور بد اعمال کا ثبت وضبط ہونا، نامۂ عمل، حساب اور میزان اعمال، صراط، بہشتی نعمتوں اور دوزخی عذابوں کی کیفیت اور اس جیسے حقائق کو مدرکات عقلی اور استدلال عقلی سے سمجھا نہیں جاسکتا، بلکہ اس طرح کے امور کے لئے کسی معتبر شرعی مسند سے استفادہ کریں۔اور اس طرح کے امور پر اتنے ہی پر اکتفا کریں۔اسی طرح پیغمبروں، ائمہ اور اولیاء خدا کی شفاعت سے متعلق، فرشتوں کا وجود، شیطان کا وجود اور انسانوں کے درمیان اس کے نفوذ کی کیفیت، پیغمبروں پر وحی کی کیفیت، پیغمبر اور امام کے بعض صفات اور خصوصیات، ایسے مسائل میں استدلال عقلی کی ضرورت نہیں ہے، ان کے اعتبار اور اثبات کا طریقہ دلیل شرعیہ ہیں۔

www.kitabmart.in

بعض تکلیفی احکام

بعض تکلیفی احکام کے استنباط میں بھی عقل سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

اس کے سلسلے میں چند مقامات کی جانب اشارہ ہوتا ہے:

پہلا مقام: کسی موضوع سے حکم شرعی کا استنباط، اس حکم کا قطعی اور یقینی فلسفہ اور اصل شئی دیکھ کر، اس بات کی وضاحت میں مقدمہ کے عنوان سے عرض کریں گے کہ: علم کلام میں ایک مسئلہ ہے جس پر تمام مسلمانوں بالخصوص شیعوں کا عقیدہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ احکام شریعت حقیقی مصلحتوں کے پابند ہیں اور واقعی مصالح (اچھائیوں) اور مفاسد (برائیوں) کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں۔ کہتے ہیں: اگر کوئی چیز شریعت میں واجب یا حرام ہوتی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یا اس میں ایسی واجب الاداء مصلحت یا واجب الاجتناب برائی پائی جاتی ہے، اسی طرح اگر کوئی چیز مستحب یا مکروہ ہوتی ہے تو اس میں مصلحت کا رجحان یا اجتناب کا رجحان پایا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے شریعت کے تمام احکام اچھائیوں اور برائیوں کے پابند ہیں۔ یہ عقیدہ، کلامی کتابوں میں ثابت ہو چکا ہے۔

لیکن اس وقت مذکورہ عقیدہ کے قبول کرنے کی بنیاد پر اس طرح کہتے ہیں: اگر شارع نے کوئی حکم کسی موضوع کے تحت بنایا اور اس کی وجہ اور فلسفہ بھی خود ہی بیان فرمایا۔ چنانچہ عقل اسی حکمت کو دوسرے موضوع میں درک کر لے تو حکم کرے گی کہ دوسرے موضوع کا بھی یہی حکم ہے، اور شارع کا در حقیقت یہی حکم ہے اگر چہ مجھ تک

www.kitabmart.in

نہیں پہنچا ہے۔

مثال کے طور پر اگر شارع نے کہا: **لا تشرب الخمر لانہ مسکر** یعنی شراب نہ پیو اس لئے کہ نشہ آور ہے، چنانچہ عقل نشہ آور ہونے کی خاصیت کسی دوسرے مشروب مثلاً نبیذ میں پالے تو حکم کرے گی کہ نبیذ کو بھی حرام ہونا چاہئے۔ یعنی ''جو حکمِ عقل ہے وہی شرع کا بھی حکم ہے''، اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ شارع مقدس کا بھی نبیذ میں یہی حکم ہے اگرچہ مجھ تک نہیں پہنچا ہے۔

یا مثال کے طور پر عقل نے کسی فعل میں برائی سے پرہیز ضروری پایا تو حکم کرے گی کہ اس عمل کے ارتکاب سے پرہیز کرنا چاہئے، پھر اس وقت ملازمہ عقلیہ کے قاعدہ کے تحت (كُلَّمَا حَكَمَ بِهِ الْعَقْلُ حَكَمَ بِهِ الشَّرْعُ) کہا جائے گا کہ شارع نے بھی یہاں حکم حرمت وضع کیا ہے اگرچہ مجھ تک نہیں پہنچا ہے۔ اس لئے کہ شارع بندوں کو کسی فائدہ سے محروم نہیں کرتا، مثال کے طور پر اگر عقل درک کرے کہ نشہ آور جیسے ہیروئن میں خرابی ہے عقل اور اجتماع سب کے لئے خطرناک ہے اس سے بچنا واجب ہے، تو عقل حکم کرے گی کہ یہ عمل انجام نہ پائے۔ اُس وقت قاعدہ ملازمہ کے حکم (كُلَّمَا حَكَمَ بِهِ الْعَقْلُ حَكَمَ بِهِ الشَّرْعُ) سے کہا جائے گا کہ نشہ آور ہیروئن کا استعمال شرعاً بھی ناجائز ہے۔ شارع کو ایسے مقام پر بھی حرمت کا حکم جاری کرنا چاہئے۔ اگرچہ موضوع کے فنا ہونے کے سبب اس وقت شارع نے حکم نہ دیا ہو اور اگر دیا تو مجھ تک نہیں پہنچا۔ اس لئے کہ خداوند متعال جو بندوں کی خیر کا طالب ہے کوئی برا طرز عمل بغیر حرمت کے نہیں چھوڑے گا۔ ایسے موارد میں حکمِ عقلی سے حکم شرعی

www.kitabmart.in

کا استنباط کیا جاسکتا ہے، اور عقلی حکم حکم شرعی کے استنباط کی راہ میں واقع ہوسکتا ہے۔

یہاں پر ایک اہم نکتہ کی یاددہانی لازم سمجھتا ہوں، کہ قاعدہ ملازمہ عقلیہ اس وقت جاری ہوگا اور احکام شرعی کے طریق استنباط میں واقع ہوگا کہ علت واقعی حکم معتبر شرعی دلیلوں سے ثابت ہوا ہو یا واجب الاداء مصلحت اور واجب الاجتناب برائی حکم عقل قطعی کے ذریعہ ثابت ہوا ہو۔ لیکن اس کے علاوہ، یعنی قیاس کے ذریعہ حکم شرعی حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

ہر صورت میں ایسا استنباط زمانے سے آشنا، حالات و شرائط سے باخبر، واجب الاداء مصالح اور واجب الاجتناب برائیوں کا علم رکھنے والے فقہاء کے علاوہ ممکن نہیں ہے۔

دوسرا مقام: دو واجب کے درمیان ٹکراؤ۔ مثال کے طور پر اگر نماز کا وقت تنگ ہو اور صرف بقدر واجب وقت ہو اور دوسری طرف کوئی مومن ڈوبنے کے قریب ہو ایسی صورت میں اس فرد پر دو حکم واجب ہیں: ایک نماز کی ادائیگی، دوسرے مومن کی جان کی حفاظت، لیکن دونوں کے درمیان جمع ممکن نہیں ہے۔ ناچار کسی ایک کا انتخاب کرے۔ یہاں عقل حکم کرے گی کہ مومن کی جان بچانا نماز سے اہم ہے۔ لہٰذا ڈوبنے والے کی نجات کو ترجیح دی جائے چاہے نماز فوت ہوجائے۔

تیسرا مقام: واجب عمل کے مقدمات کی فراہمی۔ اگر بحکم شرع کسی عمل کی انجام دہی واجب ہو، تو عقل کا فیصلہ ہے کہ مکلّف پر واجب ہے اس کے مقدمات

www.kitabmart.in

کو فراہم کرے، تاکہ واجب شرعی بجالائے۔ مثال کے طور پر اگر حج کا انجام دینا کسی پر واجب ہو، عقل کہے گی کہ سفر کے مقدمات انجام دیئے جائیں اور مکہ جایا جائے تاکہ میقات سے محرم ہو سکے اور حج واجب کے مراسم انجام دے سکے۔ مقدمات کی فراہمی بحکم عقل واجب ہے، اگرچہ شارع نے مقدمات کی فراہمی کے لحاظ سے کوئی خاص حکم نہ دیا ہو۔ اس طرح کے دیگر موارد جو فقہی اور اصولی کتابوں میں مورد بحث واقع ہوئے ہیں۔

اس مجموعہ سے یہ نتیجہ اخذ کریں گے کہ عقل بھی علوم اور اسلامی احکام کے سرچشمہ میں ایک ہے اور اصول عقائد سے متعلق اس کی حجیت روشن ہے، لیکن استنباط احکام سے متعلق خاص موارد میں فقہاء کے استفادہ کا مرکز بنے گی۔

غور کیجئے اور جواب دیجئے

۱- انسان کا سب سے اہم امتیاز کیا ہے؟

۲- عقل انسان کے کمال میں کیا کردار ادا کرتی ہے؟

۳- اسلام کا عقیدہ عقل سے متعلق کیا ہے؟

۴- عقل کے بارے میں قرآن کیا کہتا ہے؟

۵- امام جعفر صادقؑ نے عقل سے متعلق کیا کہا؟

www.kitabmart.in

۶- احکام عقلی کی خطا کا منشاء کیا ہے؟

۷- کس طرح ہم خطا سے بچیں؟

۸- اصول عقائد میں ہم کس چیز سے استفادہ کریں؟

۹- فروعی عقائد میں ہم کس چیز سے استفادہ کریں؟

۱۰- احکام فرعیہ کے استنباط میں ہم عقل سے کیسے استفادہ کریں؟

۱۱- قاعدہ ملازمہ عقلیہ کیا ہے؟

۱۲- کون لوگ احکام عقائد سے احکام شرعیہ کا استنباط کر سکتے ہیں؟

www.kitabmart.in

سبق ۱۱

اجتہاد اور تقلید

اجتہاد لغت میں کوشش کے معنی میں ہے، اور اصطلاح میں معتبر شرعی سرچشمہ سے احکام شرعیہ کا استنباط کرنا ہے جیسے قرآن، پیغمبرؐ کی احادیث، ائمہ معصومینؑ کی احادیث، عقل اور اصول عملیہ اور قواعد کلیہ جن کی حجیت شرعی دلیلوں سے ثابت ہو۔

لہٰذا اجتہاد احکام شرعی کے سرچشمہ میں نہیں ہے بلکہ منابع شرعی سے احکام کے استنباط کا ذریعہ ہے۔ رسول خداؐ کے زمانے میں موجودہ صورت سے اجتہاد نہیں تھا اور اس کی ضرورت بھی نہیں تھی، اس لئے کہ مسلمانوں کی پہنچ رسولؐ خدا سے یا بلاواسطہ یا باواسطہ تھی وہ لوگ آنحضرتؐ سے مبتلا بہ مسائل دریافت کرتے اور جواب حاصل کرتے تھے۔ اس زمانہ کو تشریع کا زمانہ کہتے ہیں۔

امامت کے دوران، یعنی پیغمبرؐ کی رحلت سے امام حسن عسکریؑ کی رحلت (۲٦۰ھ) تک بہت زیادہ اجتہاد کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لئے کہ مسلمانوں کی رسائی ائمہ معصومینؑ اور علوم نبوت کے سب سے پہلے خزینہ دار حضرت علیؑ تک تھی، اہلبیتؑ کے پیروکار براہ راست، افراد یا خط وکتابت کے ذریعہ امام سے رابطہ کرتے اور اپنے سوالات کا جواب طلب کرتے تھے۔ ایسے زمانے میں ائمہ معصومینؑ جو علوم

www.kitabmart.in

نبوت کے وارث ہیں، احکام و معارف دینی کی نشر و اشاعت میں کوشاں تھے اور آپ کے اصحاب بھی احادیث کے تحفظ میں کوشاں تھے، ائمہ معصومینؑ کی کوشش اور اصحاب کی دلچسپی کی برکت سے، شیعی تہذیب رائج ہوئی اور شیعہ علوم و معارف اور احکام کے لحاظ سے بے نیاز ہو گئے سینکڑوں کتابیں مختلف موضوعات بالخصوص احکام میں، علماء اور راویان حدیث کے ذریعہ تالیف ہو گئیں بالخصوص امام محمد باقرؑ و امام صادقؑ کے زمانہ میں شہر مدینہ ایک بڑے مدرسہ کے عنوان سے مشہور ہو گیا اور مختلف علوم دینی کی وہاں تدریس شروع ہو گئی۔ اس پُر برکت دور میں ہزاروں دانشور پیدا ہو گئے جو علوم اہلبیتؑ کی اشاعت میں کوشاں تھے۔

شیعوں کو ان تمام امکانات کے باوجود اجتہاد کی کوئی خاص ضرورت نہیں رہی، لیکن پھر بھی احادیث کے راویوں کے درمیان دانشور موجود تھے جو اجتہاد، استنباط اور فقاہت کی منزل پر فائز تھے اور بسا اوقات فروعی مسائل میں دوسروں کے لئے مرجع بھی واقع ہوئے یہ افراد فقہی مسائل میں صاحب رائے و فتویٰ تھے اور ان کے خیالات اصحاب و مولفین کے درمیان رائج تھے۔ یونس بن عبدالرحمٰن اور زرارۃ انہیں میں سے تھے۔[۱]

ائمہ معصومینؑ نے بھی مختلف عنوان سے ان کی تائید و تشویق کی ہے۔ ایک دفعہ جب ایک شامی نے امام صادقؑ سے عرض کی: میں آپ سے فقہ میں مناظرہ

---

[۱] کافی، ج ۷ ص ۸۳

www.kitabmart.in

کرنے آیا ہوں، امامؑ نے زرارۃ سے کہا فقہ میں اس شخص سے مناظرہ کرو۔[۱]

امام محمد باقرؑ نے ابان بن تغلب سے کہا: مسجد مدینہ میں بیٹھ کر لوگوں کو فتوی دو اس لئے کہ مجھے پسند ہے کہ شیعوں کے درمیان تمہارے جیسے افراد پائے جائیں۔[۲]

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ہم تمہیں کلی اصول وقوانین دیتے ہیں تم ان سے فرعی احکام کو حاصل کرو۔[۳]

اس سے معلوم ہوتا ہے: ائمہ معصومینؑ فقاہت واجتہاد کے لزوم کی جانب خاص توجہ رکھتے تھے، آپ حضرات کی عنایت اور اصحاب کی کوششوں سے کچھ فقیہ اور مجتہد پیدا ہوئے، جن کی فقہ میں کتاب تھی، اور لوگوں کے دینی مسائل کا جواب دیتے تھے۔ان بعض کے اسماء اور کتابوں کا تذکرہ ابن ندیم کی فہرست میں پڑھو گے۔[۴]

زمانۂ امامت میں اگر چہ ائمہ کے اصحاب کے درمیان جو علماء اور فقہاء اجتہاد کی منزل پر فائز تھے موجود تھے اور کسی حد تک اہلبیتؑ کے پیرووں کے لئے علمی مرجعیت بھی رکھتے تھے لیکن ائمہ کی طرف رجوع اور ان سے بلا واسطہ استفادہ اولویت رکھتا تھا۔

لیکن غیبت صغریٰ کے زمانے میں یعنی امام حسن عسکریؑ کی وفات کے زمانہ

---

[۱] قاموس الرجال، ج ۴ص ۱۵۶ [۲] قاموس الرجال، ج ۱ص ۳۷

[۳] وسائل، ج ۱۸ص ۴۱ [۴] فہرست ابن ندیم، ص ۳۱۷-۳۲۸

www.kitabmart.in

(۲۶۰ھ) سے بارھویں امامؑ کے آخری نائب کی رحلت تک (۳۲۹ھ) شیعوں کے حالات کچھ اور ہی تھے، اس لئے کہ ایک طرف ملکوں اور شہروں میں شیعوں کی تعداد بڑھ گئی تھی، دوسری طرف لوگوں کے عمومی حالات بدل چکے تھے اور بہت سارے نئے مسائل سے دوچار ہو گئے تھے جو جواب طلب تھے، لیکن بارھویں امام نظروں سے غائب تھے اور شیعوں کے لئے رابطہ کی کوئی صورت نہیں تھی، فقط نواب اربعہ جو ایک کے بعد ایک امام کے نائب کی حیثیت سے تھے ان میں ارتباط ممکن تھا لیکن یہ ارتباط اتنا نہیں تھا جو شیعوں کی وسیع العلمی ضرورت کو برطرف کر سکے۔

ایسے وقت میں بزرگ، عظیم المرتبت فقہاء اور علماء کی سخت ضرورت تھی جو اپنے علم و اجتہاد، فقہ و فقاہت سے امام زمانؑ کی غیبت کے خلاء کو پُر کریں اور فقہی سرچشمہ یعنی قرآن، احادیث پیغمبر و ائمہ اور عقل کے ذریعہ سماج کے مبتلا بہ مسائل کا استخراج کر کے ان کے لئے قابل عمل بنائیں۔ اور مرجعیت و قیادت کی منزل پر فائز ہوں جو شیعوں کی حرمت کا دفاع کریں، اور اہلبیتؑ کے پیرووں کی رہبری و نمائندگی کریں، ایسے دانشوروں کا وجود شیعہ سماج کے لئے مرجعیت دینی کے عنوان سے ضروری تھا کہ جو تدریجاً خدا کے لطف سے پیدا ہو گئے۔

اس زمانے کے ایک بڑے عالم علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی تھے، یہ بزرگ فقیہ اور عظیم دانشور غیبت صغریٰ کے شروع میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور امام زمانہؑ کے تین نائب کا زمانہ پایا ہے اور ۳۲۸ھ میں امام زمانہؑ کے تیسرے نائب حسین بن روح سے بغداد میں ملاقات کی اور ۳۲۹ھ میں شہر قم میں وفات پائی اور ان کی قبر بھی

www.kitabmart.in

وہیں ہے۔اس زمانہ میں دین کے مرجع اور علم و دانش کے درخشاں آفتاب تھے، مختلف علوم میں کثرت سے کتابیں تالیف کی ہیں۔انھیں میں سے فقہ میں کتاب الشرائع ہے۔آپ نے شیعوں سے متعلق گراں مایہ اور قابل اہمیت خدمتیں انجام دی ہیں۔[۱]

ان کے بعد آپ کے فرزند محمد بن علی بن حسین بن بابویہ، جو شیخ صدوق کے لقب سے مشہور ہیں، شیعوں کے فقیہ اور مرجع ہوئے انھوں نے بھی مختلف موضوعات بالخصوص فقہ میں بہت زیادہ کتابیں تحریر کیں۔ مقنع، من لا یحضرہ الفقیہ آپ کی تالیفات میں سے ہیں۔ یہ عظیم الشان فقیہ بھی قم میں زندگی گذار رہے تھے کچھ دنوں تک بغداد میں تدریس میں مشغول رہے اور عمر کے آخر میں شہرری کو وطن بنایا اور ۳۸۱ھ میں وفات پا گئے اور ان کی قبر بھی وہیں ہے۔[۲]

ان دو گراں قدر فقہاء نے زیادہ تر اپنے اجتہاد کو احادیث سے مستند کیا ہے۔اور ایک فقیہ جو غیبت صغریٰ کے آخری زمانے اور غیبت کبری کے آغاز میں زندگی گذار رہے تھے حسن بن علی بن ابی عقیل عمانی ہیں۔موصوف کا شمار ان عظیم فقہاء اور علماء میں ہوتا ہے جنھوں نے مرجعیت کا عہدہ اپنے کاندھوں پر رکھتے ہوئے زبان و قلم سے علوم اہلبیتؑ کو نشر کیا ہے اور قابل فخر خدمتیں بھی انجام دیں ہیں۔ان عظیم علماء نے مختلف علوم خاص کر فقہ میں کثرت سے کتابیں لکھی ہیں کہ جس میں

---

[۱] بہجۃ المقال، ج ۵ ص ۴۱۶ لغتنامہ دھخدا، ابن بانویہ۔فرہنگ معین، ج ۵، ابن بابویہ

[۱] بہجۃ المقال، ج ۶ ص ۴۹۵ لغتنامہ دھخدا، ابن بانویہ۔فرہنگ معین، ج ۵، ابن بابویہ

www.kitabmart.in

کتاب ''المستمسک بحبل آل الرسول'' بھی ہے۔[۱]

محمد بن احمد بن جنید اسکافی بھی غیبت کبریٰ کے آغاز میں زندگی گذار رہے تھے گویا اس عظیم الشان فقیہ نے غیبت صغریٰ کا آخری دور بھی درک کیا ہوگا۔ یہ چوتھی صدی کے فقہاء اور دانشوروں میں ہیں۔ یہ بہترین قلم کار تھے اور مختلف علوم میں کثرت سے کتابیں تالیف کی ہیں۔آپ کی فقہی کتابوں میں ایک کتاب ''تھذیب الشیعہ لاحکام الشریعہ'' ہے جو فقہ کا ایک مکمل دورہ ہے اور ۲۰ جلد پر مشتمل ہے۔[۲]

ابن جنید نے استنباط احکام کے سلسلے میں عمانی کی روش اپنائی ہے۔ یہ دو عظیم فقیہ صحیح اجتہاد کے موسس اور بانی ہیں۔ استنباط احکام میں انھوں نے عقل سے بھی استفادہ کیا ہے۔اور تمام ماخذ اور موضوعات و مسائل کے پہلوؤں پر توجہ رکھتے تھے۔[۳]

یہی اجتہادی روش بعد میں آپ کے ممتاز شاگرد جناب شیخ مفیدؒ متوفی ۳۸۱ھ کے ذریعہ پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ شیخ مفید کی ایک فقہی تالیف ''مقنعہ'' ہے جو خوش قسمتی سے حوادث زمانہ سے بچ کر شائقین کے استفادہ کا سبب بنی ہے۔

شیخ مفیدؒ کے بعد سید مرتضیٰ متوفی ۴۳۶ھ کی کتاب انتصار اور ناصریات، اور سلار بن عبدالعزیز متوفی ۴۶۳ھ کی کتاب مراسم کو اجتہاد کے پسندیدہ طریقہ

---

[۱] بہجۃ المقال، ج ۳ ص ۱۵۰-۱۵۴ [۲] بہجۃ المقال، ج ۶ ص ۲۴۱-۲۵۰

[۳] بہجۃ المقال، ج ۳ ص ۱۵۰-۱۵۴/ ج ۶ ص ۲۴۱-۲۵۰

www.kitabmart.in

پر لکھا ہے۔

ان سب سے زیادہ شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی (۳۸۵-۴۶۰) (جو شیخ مفیدؒ اور سید مرتضیٰؒ کے ممتاز شاگرد تھے) نے روش اجتہاد کی اصلاح اور تکمیل میں کوشش کی۔ تقریباً ۲۳ سال تک بغداد میں شیخ مفیدؒ اور سید مرتضیٰؒ سے استفادہ کیا اس کے بعد شیعوں کے مرجع ہو گئے۔ پھر بغداد کے الم انگیز حوادث کے بعد نجف منتقل ہو گئے اور نجف کے پُر برکت حوزہ علمیہ کی بنیاد ڈالی۔ خلاف، تذکرۃ، مبسوط جیسی فقہی کتابیں لکھیں۔ شیخ طوسیؒ وہ پہلے عالم ہیں جنھوں نے شیعوں کی استدلالی فقہ کا وسیع پیمانہ پر رواج دیا اور مسائل کو اصول سے استخراج کیا۔

پھر شیخ طوسیؒ کے بعد دیگر فقہاء نے بھی اسی طرح فقہ کی تکمیل اور علم اصول کی تدوین میں جو استنباط کے مبانی میں ہے سالہا سال کوشش کی، تاکہ اجتہاد صحیح، عمیق اور وسیع پیمانہ پر عالم وجود میں آجائے۔

شرائط اجتہاد

علم فقہ و اصول تدریجاً گذرتے زمانہ کے ساتھ کامل ہوتا اور وسعت پاتا رہا اور موجودہ صورت میں ظاہر ہوا۔ اسی لئے اجتہاد اور احکام کا استنباط اتنا مشکل اور دشوار امر ہو گیا ہے۔ جس میں کافی صلاحیت آمادگی اور لگن کی ضرورت ہے۔ مجتہد وہ لوگ ہیں جن میں درج ذیل شرائط پائے جائیں:

۱- استنباط کے لئے جن علوم کا جاننا ضروری ہے اس میں مہارت

www.kitabmart.in

رکھتا ہو۔

جیسے : لغت، عربی گرامر، علم درایۃ ، حدیث شناسی، علم رجال اور رواۃ احادیث کی شناخت، علم تفسیر بالخصوص آیات الاحکام (احکام سے متعلق آیات) پر مکمل تسلط اور پیغمبرؐ اور ائمہ معصومینؑ کی احادیث پر عبور، علم اصول میں مہارت اور محکم مبانی کا وجود جو تمام مختلف اصولی مسائل میں اجتہاد کی بنیاد اور ریڑھ کی ہڈی کے مانند ہے، ضروری ہے۔

۲- ذہانت اور اظہار حقائق میں شجاعت کا ہونا۔

۳- علوم و صنعتوں کے ارتقاء سے آشنائی اور امت اسلامیہ کی انفرادی، اجتماعی اور سماجی، سیاسی، اقتصادی زندگی کے حالات پر ان کے اثرات کا علم رکھتا ہو۔

۴- زمان و مکان کے تقاضوں اور ان سے متعلق جدید مسائل وموضوعات کی جانب توجہ۔

۵- فقہی کتب اور فقہ کے تمام ابواب پر کامل تسلط اور عبور، بلکہ اہل سنت کے مذاہب اربعہ کی فقہ پر مکمل دسترس ہو۔

جو شخص خداوند عالم کی توفیق اور کافی محنت کے ساتھ برسہا برس، درس و بحث، تعلیم و تعلم اور غور و فکر میں مشغول رہے تو وہ اجتہاد اور استنباط احکام کی حد تک پہنچ سکتا ہے۔

www.kitabmart.in

ایسا شخص جس میں مذکورہ صلاحیتیں پائی جاتی ہوں وہ کوشش سے شرعی احکام معتبر و مستند دلیلوں سے استنباط کر سکتا ہے۔

مجتہد درحقیقت ایک سچا اسلام شناس شخص ہوتا ہے جو حوادث روزگار اور مصائب دنیا اور انسان کی انفرادی، سیاسی، اقتصادی، اخلاقی اور ثقافتی زندگی پر تاثیر اور ان مشکلات اور مسائل پر جن سے امت اسلامیہ دوچار ہو بھرپور توجہ رکھتا ہے۔ اور اپنی فقہی وسعت نظر سے، حوادث عالم کے رونما ہوتے ہی موضوعات شرعی اور تعریف کی شناخت اور شرعی احکام کے استنباط اور مناسب راہ حل کے لئے تلاش کوشش کرتا ہے۔ اور سب کو علوم و صنائع کی ترقی اور انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں تغیر کے وقت امت اسلامیہ کی دنیوی و اخروی، مادی اور معنوی سعادت کی جانب ھدایت اور راہنمائی کرتا ہے۔ فقیہ کج رفتاری، تندروی، سستی، نااہلوں کی غلط تفاسیر اور تاویلات، اہل باطل کی بدعت گذاری، اسلام دشمن عناصر کی سازشوں سے روک تھام کرتا ہے اور امت اسلامیہ کو صراط مستقیم پر چلانے کی کوشش کرتا ہے۔

ایک سچا اور واقعی فقیہ اپنی ذہانت اور فقہی گہرائیوں سے زمان و مکان کے حالات کی جانب توجہ کر کے اس خیال سے کہ اسلام ایک جاودانی دین ہے اور ہر دور کے لوگوں کی ضرورت کا جواب د ہو سکتا ہے ایسی بصیرت کے ساتھ اسلامی علوم واحکام کے بے نیاز سرچشمہ میں تلاش و تحقیق کرتا ہے اور نئی مشکلات اور مسائل جو امت اسلامیہ کے درمیان رونما ہوتے رہتے ہیں چارہ جوئی کرتا ہے، اور مناسب راہِ حل پیش کرتا ہے اور اسلامی سماج کے حوالے کر دیتا ہے۔ اسی طرح سے عملاً اسلام کی

www.kitabmart.in

ہمیشگی کو ثابت کرتا ہے۔ ایسا عالم فقیہ اور اسلام کا حقیقی جانکار ہے جو احادیث میں پیمبروں کا وارث اور اسلام کے دفاع کا مرکز سمجھا جاتا ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا: جو اپنے زمانہ کا عالم ہوگا وہ لغزشوں کا شکار نہیں ہوگا۔[۱]

علی بن ابی حمزہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت امام موسی بن جعفرؑ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: جب کوئی عالم دنیا سے اٹھتا ہے تو آسمان کے فرشتے اور زمین کا وہ حصہ جس پر عبادت کرتا تھا نیز آسمانی دروازے جہاں سے اعمال اوپر جاتے تھے اس پر گریہ کرتے ہیں۔ اور اسلام میں ایک ایسا رخنہ پیدا ہو جاتا ہے جس کو کوئی چیز پُر نہیں کر پاتی۔ اس لئے کہ فقیہ مومن شہر کی چہار دیواری کے مانند اور اسلام کا محافظ ہے۔[۲]

تقلید

تقلید: فقیہ کی پیروی نیز اس سے احکام حاصل کرنے کے معنی میں ہے۔ مجتہد اور فقیہ جامع الشرائط چونکہ احکام دین کو معتبر دلیل شرعی سے استنباط کرنے میں مہارت رکھتا ہے اور ایک کارشناس اور ماخبر کی حیثیت سے ہے۔ لہٰذا جو لوگ ایسی مہارت اور لیاقت کے مالک نہیں ہیں احکام دین اور شرعی ذمہ داریوں کے یاد کرنے

---

[۱] کافی، ج ۱ ص ۲۶ [۲] کافی، ج ۱ ص ۳۸

www.kitabmart.in

میں مجبور ہیں کہ ایسے فقیہ کی جانب رجوع کریں۔ اس لئے کہ جاہل افراد کا اس فن کے ماہر کی جانب رجوع کرنا ایک عقلی بات ہے مریض ڈاکٹر، طالب علم استاد، کسان کاشتکاری کے ماہر کی طرف رجوع کرتا ہے۔

غور کیجئے اور جواب دیجئے

۱۔ اجتہاد کے اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

۲۔ کیوں لوگوں کو پیغمبرؐ اور ائمہؑ کے زمانے میں اجتہاد کی ضرورت نہیں تھی؟

۳۔ ائمہ معصومینؑ کے زمانہ میں کون لوگ اہل فتویٰ تھے؟

۴۔ امام محمد باقرؑ نے ابان سے کیا فرمایا؟

۵۔ امام صادقؑ نے اصحاب سے کیا فرمایا؟

۶۔ غیبت صغریٰ میں حالات کیسے تھے؟

۷۔ کیوں لوگوں کو اس زمانہ میں فقہاء کی ضرورت تھی؟

۸۔ شیخ صدوقؒ اور آپ کے والد کی اس وقت کیا ذمہ داری تھی؟

۹۔ ان کی فقہی روش کیا تھی؟

www.kitabmart.in

۱۰- ابن عقیل اور ابن جنید کی فقہی کتابوں کے نام بتائیے؟

۱۱- ان کے اجتہاد کی روش کیا تھی؟

۱۲- کن لوگوں نے ان کی روش اپنائی؟

۱۳- اجتہاد کے شرائط کیا ہیں؟

۱۴- اسلام و مسلمین فقہی فقیہ کی ذمہ داری کیا ہے؟

۱۵- مجتہد اسلام کے احکام کو کس طرح جاوید ثابت کرتا ہے؟